

قتلہ کی محبت عظیم

محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی
رحمۃ اللہ علیہ
سردار احمد قلاری رضوی



ALAHAZRAT NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

ALAHAZRAT NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِي يَا رَسُولَ اللَّهِ

بیش بہادینی و معاشرتی معلومات کا خزینہ

فتاویٰ



امام اہلسنت مرجع الخواص والعوام مفتی
حضرت مولانا الحاج ابوالفضل
محمد سردار احمد چشتی قادری

مکتبہ قادریہ فیصل آباد

پاک گول بازار، امین پور بازار فیصل آباد

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب _____ فتاویٰ محدث اعظم

مصنف _____ شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد قادری

ترتیب _____ قمر القادری

صفحات _____ 176

تعداد _____ 1100

اشاعت اول _____ 12 اکتوبر 2001ء

کمپوزنگ _____ ایم شاہد مغل (الہمد آرٹ) فون: 632122

ناشر _____ مکتبہ قادریہ فیصل آباد

قیمت _____ 100 روپے



واحد تقسیم کار

مکتبہ قادریہ فیصل آباد

پاک گول بازار، امین پور بازار فیصل آباد

صفحہ نمبر	فہرست	نمبر شمار
6	تعارف و شخصیت	
25	حضرت محدث اعظم پاکستان بطور مفتی	
45	فتاویٰ مبارکہ	
46	بیان قرآن پاک کا بے وضو چھونا کیسا ہے؟	1
47	بیان بوقت تکبیر امام و مقتدی بیٹھے رہیں یا کھڑے؟	2
48	بیان آمین آہستہ کہنا چاہیے	3
49	بیان ختم غوثیہ اور قرآن پاک بلند آواز سے پڑھنا کیسا ہے؟	4
52	لنگڑے امام کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے؟	5
53	امام جعفر صادق نماز ہاتھ کھول کر پڑھتے یا باندھ کر	6
55	آئمہ اہلبیت مقلد تھے یا نہیں؟	7
56	امام مالک و امام اعظم امام جعفر جو تینوں مدینہ میں تھے تو وضع نماز و	
	ہاتھ باندھنے کھولنے میں کیوں تفریق نہ کیا؟	8
56	دیوبندی کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے؟	9
60	نماز میں قرأت کتنی پڑھی جائے؟	10
62	ریش منڈے امام کے پیچھے نماز جائز یا ناجائز	11
	ریش منڈہ امام اگر کہے کہ لمبی داڑھی سکھوں کی ہوتی ہے تو اس کے	12
62	پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے؟	
64	تارک روزہ داڑھی منڈہ اور بازار میں کھانے والے کے پیچھے نماز کیسی ہے؟	13
65	دہائی کے پیچھے ہماری اہلسنت کی نماز کیوں نہیں ہوتی؟	14
65	نایمنا غیر محتاط اور عورت کو بے بستر رکھنے والے کے پیچھے نماز کیسی ہے؟	15
66	لاؤڈ سپیکر استعمال کرنا کیسا ہے؟	16
68	بیان گنبد سے آواز سن کر رکوع سجود کرنے کیسے ہیں؟	17
68	گنبد یا لاؤڈ سپیکر کی آواز بعینہ مکالم کی آواز ہے یا مثل مشابہ	18
69	سنت غیر موکدہ کے پڑھنے کا طریقہ	19
71	غیر مقلدوں پر نماز تراویح کے بارے میں 20 اعتراض	20
74	بیان مسئلہ احتیاط الظہر	21
77	گاؤں میں جمعہ کی جگہ نماز ظہر ادا کریں۔	22

صفحہ نمبر	فہرست	نمبر شمار
78	بعد نماز فجر یا عشاء یا عیدین مصافحہ و معانقہ کرنا کیسا ہے؟	23
79	نماز کی دعا امام سے پہلے اکیلے مانگی کیسی ہے؟	24
80	نماز فجر کے بعد بلند آواز سے تکبیر و تہلیل پڑھنی کیسی ہے؟	25
81	ایک مسجد میں کچھ لوگ نماز پڑھتے کچھ بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں، یہ کیسا ہے؟	26
82	مردے کو قبر میں کیسے لٹایا جائے؟	27
83	مسجد کے حجرے پر مال زکوٰۃ صرف کرنا کیسا ہے؟	28
84	مسئلہ رویت ہلال	29
85	ریڈیو پر چاند کا اعلان کیا حقیقت رکھتا ہے؟	30
86	بیوہ اپنی مرضی سے شادی کر سکتی ہے۔	31
87	دھوکہ سے نکاح پڑھنا کیسا ہے؟	32
88	مومنوں کی لڑکی فلاں بن فلاں سے نکاح کر دیا کہنے سے نکاح ہوا یا نہ؟	33
90	عورت اور اسکی سوتیلی ماں کا ایک شخص کے نکاح میں جمع ہونا کیسا ہے؟	34
91	مسلمان مرد کی عیسائی عورت سے شادی جائز ہے یا ناجائز؟	35
92	دیوبندی مرزائی سے شادی کرنی کیسی ہے؟	36
93	اگر زید ملازمت کے لالچ میں بیعت فارم پر دستخط کر کے بظاہر مرزائی ہو جائے تو اس کا نکاح رہے گا یا نہیں؟	37
96	مرزائی سے نکاح	38
97	نکاح پر نکاح اور عدت میں نکاح جائز یا نہیں؟	39
98	ثبوت نکاح عمرہ جو نیہ کلابیہ اسما یا امیہ یا امامہ از رسول پاک ﷺ	40
105	نکاح پر نکاح کرنے والا تو بہ کرے۔	
106	بالغ لڑکی خود نکاح کر سکتی ہے۔	41
108	دوسرے کی شادی جائز ہے یا نہیں؟	42
111	طلاق مجنون و عمنین	43
112	اپنی عورت کی بھتیجی سے نکاح کیسا ہے؟	44
113	لڑکی کو شہوت سے چھونے سے لڑکی ماں حرام	45
114	جہیز وغیرہ کس کی ملکیت ہے؟	46

صفحہ نمبر	فہرست	نمبر شمار
115	اپنی منکوحہ کا دودھ پی لیا تو نکاح رہے گا یا نہیں؟	47
117	زنا سے پیدا شدہ اولاد زانی کی وارث ہوگی یا نہیں؟	48
119	جج نے متبیخ نکاح کا یکطرفہ خود فیصلہ دے دیا تو نکاح رہے گا یا نہیں؟	49
120	اولاد کے نہ پیدا ہونے پر عورت نکاح فسخ نہیں کر سکتی۔	50
122	در ثبوت عورت غیر مدخولہ کو سہ طلاق پر حلال ہے عدت نہیں	51
125	جو امام کہے کہ تین طلاقیں بیک وقت دے دینے سے صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے؟	52
132	طلاق، طلاق، طلاق، چلی جا، چلی جا، چلی جا، کے الفاظ سے کتنی طلاقیں پڑیں گی؟	53
133	مذہبہ جانور کا سر کٹ جائے تو اس کا کھانا کیسا ہے؟	54
134	بھنگ پینے والا چندہ لے کر بکرہ خرید کر مزار پر لے آتا ہے تو کہتا ہے اس کو پیر صاحب نے قبول کر لیا پھر اس بکرے کا گوشت کھانا کیسا ہے؟	55
135	دو ماہ کے بچے والی بکری کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟	56
136	قربانی کا چمڑہ کہاں صرف کرے؟	57
139	تقریر نظام رسالہ الفیوضات الحمدیہ	58
141	نیسوں سے چندہ لینا جینے والے کو انعام دینا جائز ہے یا نہیں؟	59
142	بعض صحابہ کرام کو بعض پر جزوی فضیلت ماننے والا کیسا ہے؟	60
143	آپ ﷺ کا نظر و ناظر کس طرح ہیں؟	61
144	حضور ﷺ مزار میں ہیں یا ہمارے رو برو یہ قول کیسا ہے؟	62
146	حضور ﷺ نور ہیں مگر اللہ کے نور سے نہیں یہ قول کیسا ہے؟	63
149	آپ کو بشر کہنا کیسا ہے؟	64
151	اگر آپ نور ہیں تو آپ کا پیٹ چاک کر کے نور کیوں بھرا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ آپ بشر ہیں کا جواب	65
151	اہلسنت کہاں سے شروع ہوئے اور تحریک وہابیہ کہاں سے	66
151	غوث پاک نے ۳ فرقے لکھے فرقہ مرجیہ کی حنفیہ کو شاخ شمار کیا اس کا مفصل جواب	67
160		68



محدث اعظم پاکستان حضرت شیخ الحدیث

مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد

تحریر: حضرت مولانا محمد ابراہیم خوشترمد لیتی قادری رضوی آف مارشس

حضرت شیخ الحدیث ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں قصبہ دیال گڑھ تحصیل بٹالہ ضلع گرداسپور پنجاب میں پیدا ہوئے، والد گرامی کا نام چودھری میراں بخش تھا۔ والدہ نے سردار محمد کہہ کر پکارا۔ والد نے سردار احمد نام رکھا۔ اور آپ نے خود اپنا نام "محمد سردار احمد" تحریر فرمایا

ابتدائی تعلیم قصبہ دیال گڑھ میں پائی، اسلامیہ ہائی اسکول بٹالہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا، ایف اے کی تیاری کے لئے 1926ء میں لاہور تشریف لائے،

”کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست“ کا وقت آ گیا۔

متحدہ ہندوستان کے صوبہ پنجاب کا مرکز علم و فن لاہور کی مرکزی انجمن حزب الاحناف کا عظیم الشان جلسہ بیرون دہلی دروازہ اپنے زیر شامیانہ ملک و ملت اور دنیائے اہلسنت کے تمام شہرہ آفاق علماء و مشائخ کا دلکش نظارہ پیش کر رہا تھا۔ کہ علم و عمل کا تاج محل حضرت صدرالافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دوران خطاب یہ اعلان فرمایا۔

”حضرات! امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست“

والعوام حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں قلاں گاڑی سے تشریف لارہے ہیں۔“

اس اعلان کو ہزاروں کے اجتماع میں ایک اسٹوڈنٹ سراپا گوش سردار احمد نامی بھی سن رہا تھا۔ اور یہ فیصلہ کئے بغیر نہ رہ سکا، اور اس کا یہ فیصلہ درست تھا کہ جس شخصیت کا تعارف اپنے وقت کا صدرالافاضل فضیلت و کرامت کے خوبصورت الفاظ سے کر رہا ہو، وہ شخصیت خود کتنی بلند مرتبت اور امام شریعت و طریقت ہوگی، اور یہ اندازہ بالکل صحیح ثابت ہوا۔ چنانچہ قدرت نے حضرت حجۃ الاسلام کی صورت میں سردار احمد کو ایک ایسا سردار فراہم کر دیا، جس کی تعلیم و تربیت نے ایک انگریزی پڑھنے والے اسٹوڈنٹ کو عالم، فاضل، شیخ الحدیث اور محدث اعظم پاکستان بنا دیا۔

”دادا اور قابلیت شرط نیست، بلکہ شرط قابلیت دادا دوست۔“

مولانا سردار احمد حجۃ الاسلام کی بارگاہ میں

امام احمد رضا خاں قدس سرہ کا شاہزادہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں لاہور میں جلوہ فرما تھا۔ عوام کی بات نہیں، خواص کے دیدہ و دل بھی فرش راہ تھے، اب بیرون دہلی دروازہ لاہور کا جلسہ گاہ، جلوہ گاہ اہل نظر تھا۔ حضرت موصوف کا حسن خداداد نگاہوں کو خیرہ کر رہا تھا۔ ”لاہور میں دو لہبا بنا حامد رضا حامد رضا“ کی چاروں طرف دھوم تھی، کہ یہی سردار احمد کشاں کشاں حضرت حجۃ الاسلام کی بارگاہ تک رسا ہوا۔ زیارت و دست بوسی کی سعادت میسر آئی، فیضان نظر اپنا کام کر گیا، اب لاہور سے یہی ایف اے کا طالب علم اسیر حجۃ

صرف ونحو کی خشک مگر دلچسپ وادیوں سے گزرتا، جب اس کو تفتقہ فی الدین کی منزل نظر آئی تو اس نے اپنے آپ کو وقت کے سب سے بڑے فقیہ حضرت مفتی اعظم مولانا شاہ الحاج مصطفیٰ رضا خاں کے حضور پایا۔ اب منیتہ المصل کے ابواب روشن تھے۔ اور فقہ کی اس بنیادی منزل میں مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسا استاد میسر آ گیا۔

یہ واقعہ ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام کی تربیت اور حضرت مفتی اعظم کی تدریس نے مولانا سردار احمد کو ایک ایسے بحر العلوم (حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے ساحل تک پہنچا دیا، جو خیر آبادی علوم کا گنجینہ اور رضوی معارف کا خزینہ تھا۔

بریلی سے اجمیر

یہ قادری فیضان کہنے یا چشتی نسبت کہ اب مولانا کی منزل دارالخیر اجمیر خواجہ خواجگاہ کی چوکھٹ اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و خدمت میں علوم و فنون کی تکمیل تھی، چنانچہ رضوی خانقاہ کا یہ پروردہ جامعہ معینیہ عثمانیہ اجمیر مقدس میں اپنے علم و عرفان کی پیاس مسلسل آٹھ سال تک بجھاتا رہا، اور اپنے استاد کے حضور معقول اور منقول علوم کی منزلیں طے کرتا یہاں تک پروان چڑھا کہ یہ شجرہ علمی سدا بہار ہو گیا،

اجمیر مقدس کے قیام میں حافظ ملت مولانا حافظ عبدالعزیز محدث مبارکپوری بانی دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور حضرت مولانا غلام یزدانی شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی و حضرت صدر الصدور مولانا سید غلام

الاسلام ہو کر مرکز ایمان و آگہی بریلی شریف کی جانب رواں دواں تھا۔

تعلیم و تربیت

شہر بریلی محلہ سوداگران خانقاہ عالیہ رضویہ کی گلی میں ایک طالب علم صرف و نحو کی ابتدائی کتاب ہاتھ میں لئے، سرکاری لائین کی روشنی میں کھڑا محو مطالعہ تھا، تحصیل علم کے یہ انداز بڑے دلکش تھے۔ رات کے سناٹے کا عالم اس طالب علم کے درخشاں مستقبل کو آواز دے رہا تھا۔ کہ اتنے میں مربی روحانی و ہادی رحمانی حضرت حجۃ الاسلام کی نگاہ حق آگاہ علم و عمل کے اس رسیا طالب علم پر جا پڑی، آپ کی شفقت بے نہایت نے آواز دی، ”نقدس میاں!“ (مولانا تقدس علی خان فرزند نسبتی حضرت حجۃ الاسلام) سردار احمد کو مطالعہ کے لئے ان کے کمرے میں روشنی فراہم کی جائے۔

واقعات بتا رہے ہیں، کہ چراغ کی روشنی میں یہی طالب علم اپنا دیدہ و دل فروزاں کرتا، حضرت موصوف کے زیر سایہ تعلیم و تربیت کے منازل بڑی تیزی سے طے کر رہا تھا۔ اب اس کے طعام و قیام کا انتظام بھی رضوی دولکدہ سے متعلق تھا۔ تا آنکہ لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ یہ طالب علم خاندان رضا کا ایک فرد ہے،

دیکھنے والوں کا یہ بیان ہے کہ یہی طالب علم مسجد میں ہوتا تو عابد و زاہد، خانقاہ میں ہوتا تو فانی الشیخ اور سرگاہ میں ہوتا تو تحصیل علم میں شاغل ہو رہا، ادب تلمیذ نظر آتا۔

جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وغیرہ علماء جو آپ کے شریک درس تھے۔ وہ سب کے سب اپنے علم و فضل میں مشاہیر روزگار رہے،

حضرت شیخ الحدیث نے ان ماہ و سال میں کتب درسیہ کے ساتھ ساتھ امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی کی تصنیفات کا بڑا گہرا مطالعہ فرمایا، خود ہی ارشاد فرمایا کہ امام اہل سنت قدس سرہ کے رسائل و کتب تے میرے لئے وجدان و یقین کی تمام راہیں کشادہ کر دیں، کتاب و سنت، اجماع امت کے تمام نصوص کو آئینہ کر دیا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کسی مسئلے کے ماخذ کی تلاش میں راتیں گزر جاتیں۔ چنانچہ حضرت صدر الشریعہ کی عالم بنانے والی کتاب ”بہار شریعت“ کے کسی مسئلے پر کسی نے اعتراض کیا، اور آپ نے اس کے ماخذ کی تلاش میں فتح القدیر کی تمام جلدیں دیکھ ڈالیں۔

یہ تو روزانہ کا معمول تھا کہ عصر و مغرب کے درمیان حضرت صدر الشریعہ کے ساتھ چہل قدمی میں بھی کوئی نہ کوئی کتاب آپ کے ہاتھ میں ضرور ہوتی، اور کہیں بھی کوئی موقع میسر آ جاتا تو علم کے حصول میں کوئی منٹ ضائع نہیں فرماتے چنانچہ فاضل خیر آبادی ک شرح مرقاة انہیں اوقات میں آپ نے پڑھی،

حضرت شیخ الحدیث کی زندگی میں اپنے اکابر سے بے پناہ شغف اور اساتذہ کا جذبہ احترام بدرجہ اتم پایا جاتا ہے، اپنے استاذ الکل فی الکل حضرت صدر الشریعہ کا نام لیتے تو ادب و احترام کا پیکر نظر آتے، اور اعلیٰ حضرت امام

اہل سنت امام احمد رضا کا نام نامی تو ان کا وظیفہ تھا۔ ان سے یا ان کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ سے متعلق مساجد مدارس میں ہر جگہ آپ کو نسبت رضا نمایاں نظر آئے گی، چنانچہ برصغیر ہندو پاک کے علاوہ برطانیہ، جنوبی افریقہ، ماریشس میں مسجد رضا سنی رضوی سوسائٹی، خانقاہ قادریہ رضویہ، سنی رضوی اکیڈمی، سنی رضوی عید گاہ، قادری رضوی مرکزی مسجد اور جامعہ رضویہ آپ ہی کی اور آپ کے ارشد تلامذہ کی یادگار ہیں،

یہ سب کچھ نتیجہ ہے، الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کا کہ اس رنگ میں حضرت موصوف اپنی مثال آپ تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کی زندگی سلف صالحین کی طرح احقاق، حق و ابطال، باطل کے جذبے سے بھرپور نظر آتی ہے، کیا مجال ہے کہ خلاف سنت کوئی عمل ان کے سامنے آئے، اور وہ اصلاح نہ کریں، دفع مضرت کے مقابلے میں جلب منفعت نام کی کوئی چیز ان کی زندگی میں نظر نہیں آتی، اس راہ میں جو مصائب و آلام سامنے آتے صبر و شکر کے ساتھ سہتے اور ہر حال میں مسلک اہلسنت کی ترویج و احیا فرماتے، اسلاف کے مسلک اور علمی برتری کے خلاف کوئی لفظ سننا گوارہ نہیں فرماتے، جامعہ معینیہ عثمانیہ اجمیر مقدس کا ایک واقعہ خود راقم الحروف سے بیان فرمایا۔

جامعہ میں ایک فاضل مدرس جامع معقول و منقول تھے، ایک دن درس میں الامام البریلوی کی تفقہ فی الدین کی تعریف کرتے ہوئے کہا، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فقہ میں ماہر تھے۔ اس جملہ میں فقہ کی قید احترازی تھی۔ اشارۃ

شیخ الحدیث نے درس نظامی کی تکمیل میں بڑی محنت شاقہ فرمائی، اپنی کہنیوں کے بل پوری پوری رات کتب درسیہ کا مطالعہ فرماتے، اپنے استاد گرامی حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہے، عصر و مغرب کے درمیان بھی حصول علم کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے، الامام البریلوی کی تصنیفات اور تحقیقات عالیہ تو آپ کا جزو ایمان و یقین تھیں۔ حضرت بحر العلوم اور فاضل خیر آبادی کی کتابوں کو بڑی وقعت دیتے، رد وہابیہ اور رافضیہ میں ان بزرگوں کی عبارتیں جھوم جھوم کر پڑھتے پڑھاتے اور داد تحسین دیتے۔

آپ کے مشائخ حدیث میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت سید آل رسول مارہروی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرار ہم کے اسما نمایاں ہیں، اس طرح علوم منطق و فلسفہ میں آپ کا سلسلہ زریں امام حق مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک پہنچتا ہے،

ان فضائل و محاسن کے علاوہ آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت شاہ محمد سراج الحق چشتی گرو داسپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت و خلافت کا شرف بھی حاصل تھا۔ مزید برآں سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں آپ اپنے مربی ظاہری و باطنی حضرت حجۃ الاسلام شاہ محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ماذون و مجاز تھے۔ افاضل علماء کی ایک بڑی تعداد آپ کے گیسوئے طریقت کی اسیر ہے، آپ کے خلفاء و تلامذہ کے ذریعے اس سلسلے کے مریدین پاکستان کے علاوہ برطانیہ افریقہ مارشیس اور سری لنکا میں بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں،

حضرت شیخ الحدیث کی ذات میں ان سلاسل کا طرہ امتیاز، ”احتقاق و ابطال باطل“ کا بے پناہ جذبہ موجود تھا۔ بے دینوں کا رد بری قوت سے فرماتے۔ اپنے تلامذہ اور مسترشدین کو اس کا حکم دیتے، اور ایسے موقع پر الامام البریلوی کے یہ اشعار جھوم جھوم کر پڑھتے،

دشمن احمد پہ شدت کیجئے ----- ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم رسول ----- اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

اجمیر سے بریلی

آخر وہ وقت آ ہی گیا کہ صدر الشریعہ کا تمیز جلیل مفتی اعظم ہند کا چاند اور حجتہ الاسلام کا اسیر اپنی ارادت و عقیدت کی آخری قرار گاہ ”بریلی“ واپس ہوا، اور یادگار اعلیٰ حضرت منظر اسلام میں ہدایہ اخیرین سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا، جامعہ رضویہ منظر اسلام جہاں آپ کو مطالعہ کے لیے لائین فراہم کی گئی تھی، اب آپ کو وہاں بر کو چک میں علم و دانش کی روشنی پھیلانے کے لیے مقرر کیا جا چکا تھا۔ بریلی کی صبح کہیے یا علم و فضل کے سورج کا طلوع، کہ اس نئے مگر مدرس اعظم کی آمد سے منظر اسلام میں غیر معمولی چہل پہل تھی، ہدایہ اخیرین شروع ہونے والا تھا۔ طلباء متن شرح پھر حاشیہ کی عبارتوں کو یاد کئے سوال و جواب سے آراستہ اپنے استاد گرامی کے سامنے حاضر تھے۔

حضرت سیدی و استاذی شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے یہ واقعہ خود راقم الحروف سے بیان فرمایا کہ طلباء اس سے پہلے کہ مسائل فقہ میں کچھ کہتے، شرح و متن میں الجھتے اعتراضات کرتے آپ نے فقہ اور اصول فقہ سے متعلق چند سوالات ارشاد فرمائے، ہدایہ اخیرین کے طلبہ دم بخود لا جواب تھے۔ فقہ دانی کا سارا نشہ ہرن تھا۔ اور نہیں یہ شعور ہو چلا تھا کہ آج قطرے نے بحر علم کے ساحل کو پالیا ہے۔

ادھر یہ پر لطف چھیڑ چھاڑ تھی اور ادھر حضرت شیخ الحدیث کا مرکز آرزو مرجع خواص و عوام حضرت حجتہ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں اس علمی

منظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ فرط مسرت سے آپ کی پانچھیں کھلی تھیں،،، اپنے صاحبزادے جیلانی میاں سے بار بار ارشاد فرما رہے تھے۔ دیکھو! کل کی بات ہے، مولانا نے اسی مدرسہ میں میزان شروع کی تھی، اور آج خود علم کے میزان دکھائی دے رہے ہیں، ادھر مسلسل داد تحسین تھی، اور ادھر شیخ الحدیث کی تقریر، ہدایہ اخیریں میں فقہ اور موضوع فقہ پر سیر حاصل گفتگو فرما رہے تھے۔

تدریس کا یہ اتنا حسین آغاز تھا کہ منظر اسلام بریلی کے درود یوار آباد اور طلباء شاد تھے، فیضان رضا کا دریا موج پر تھا۔ پھر اسی فیضان نے جب حضرت موصوف کو جامعہ رضویہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی صاحبہ بریلی شریف میں شیخ الحدیث کی مسند پر فائز کیا تو برما سے افغانستان تک کے طلباء آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے، ہر طرف قال اللہ وقال الرسول کا غلغلہ بلند تھا۔ مظہر اسلام میں دورہ حدیث کا یہ مبارک دور برصغیر کی تقسیم تک رہا،

قیام پاکستان کے بعد حضرت شیخ الحدیث نے مفتی اعظم ہند کے اشارے کے مطابق فیصل آباد پنجاب کو اپنا مستقر بنالیا، اور اس طرح پاکستان شیخ الحدیث کی ذات میں محدث اعظم پاکستان میسر آ گیا۔

بریلی سے لائلپور (فیصل آباد)

خالق کائنات کو یہ منظور تھا کہ فیصل آباد کی ذرخیز میں خدام دین و ملت علمائے اہل سنت سے آباد ہو، چنانچہ محدث اعظم پاکستان نے جھنگ بازار کے گول میں نماز جمعہ کا آغاز فرمایا۔ مخلوق خدا دور دور سے آپ کا وعظ سننے

کے لئے ٹوٹ پڑی، آپ کی گفتار نے ہزاروں باکردار افراد پیدا کئے، اور مذہب حق اہلسنت و جماعت کی وہ حمایت فرمائی، کہ نہ صرف فیصل آباد بلکہ پاکستان کا ہر شہر دین حجازی کا مرکز بن گیا، مساجد و مدارس و خانقاہ قیل و قال محمد سے گونجنے لگے،

نظامی درس، خیر آبادی حکمت اور رضوی مسلک اہلسنت کی نشرو اشاعت کے لئے جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی بنیاد رکھی، دورہ حدیث شریف آپ نے خود پڑھانا شروع کر دیا، آپ کے علم و فضل کی آواز اس قدر بلند ہوئی کہ نہ صرف طلباء بلکہ علماء نے آپ کے چاروں طرف ڈیرے ڈال دیئے، تا آنکہ جامعہ رضویہ کے فارغ التحصیل علماء نہ صرف پاک و ہند بلکہ سری لنکا، ماریش، جنوبی افریقہ اور برطانیہ خدمت دین کے لئے پھیل گئے، اور جہاں جہاں پہونچے فتح و نصرت نے ان کے قدم چوم لئے،

معمولات

سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عامل اہلسنت کا حامی اور پاکستان کا محدث اعظم، یہی اوصاف آپ کے معمولات کا بھی عنوان ہیں، صورت و سیرت میں کوئی بات خلاف شرع پاتے تو سخت برہم ہوتے، مسئلہ شرعیہ سے آگاہ فرماتے، توبہ کراتے اور آئندہ شریعت کے مطابق عمل کرنے کی تلقین کرتے،

وظیفہ شب و روز

طلوع صبح سے پہلے بیدار ہونا، ضروریات سے فارغ ہو کر ذکر و

مناجات کرنا، شاہی مسجد میں نماز پنجگانہ کی جماعت میں تکبیر اٹھنے سے پہلے حاضر ہونا، درس و تدریس کی مسلسل مصروفیات کے باوجود اشاعت مسلک اہل سنت کے لئے جلسوں میں شرکت بھی فرماتے، خدام و مریدین کی درخواست رد نہیں فرماتے، سب کی سنتے اور سب کو سناتے، مگر اپنے معمولات میں فرق نہیں آنے دیتے، جو کام جس وقت اور جس مقام کے لئے متعین ہوتا اسی وقت اور اسی مقام میں اسے ادا فرماتے، نماز جمعہ کے لئے اگرچہ کراچی جا کر عرس قادری رضوی میں شرکت کرتے ہی کیوں نہ واپس آنا پڑے، لالپور بھی آتے، ان شب و روز کی مصروفیات کے باوجود تدریس کے اوقات میں بروقت تشریف فرما ہوتے، حدیث پڑھاتے ہوئے کوئی صاحب کیوں نہ آجائیں توجہ نہیں فرماتے، ان اوقات میں دست بوسی اور گفتگو سخت ناپسند فرماتے، قصیدہ بردہ اور امام اہلسنت علیہ السلام حضرت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے اشعار جو وقت جہاں بھی میسر آ جاتا، اکثر اپنے تلامذہ اور نعت خواں سے سنتے اور شاد شاد ہوتے۔ بایں ہمہ عصر و مغرب کے درمیان استفتاء اور خطوط کے جوابات عطا فرماتے، مہمانوں سے ملاقات، آنے والوں کی پذیرائی، بعد عشاء اہم معاملات پر غور، خدام دین، خدام رضا کو دینی مشورے، مسجد و مدرسہ کے تعمیری منصوبے، یہاں تک کہ چادر شب ہر کس و ناکس پہ تن جاتی، طلبہ دن کے تھکے ہارے مطالعہ کرتے کرتے سو جاتے، مگر جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی چار دیواری میں دین کا درد پہلو میں اور ملت اسلامیہ اہلسنت

وجماعت کا غم دماغ میں لئے ایک شیخ الحدیث کی ذات ہوتی جو بیدار نظر آتی،

مختصر یہ کہ آپ کے لیل و نہار خدمت دین اور خدمت خلق سے ہمیشہ روشن رہتے، اور آپ کی خلوت و جلوت سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ نظر آتی،

یہ مشاہدہ تو برسوں کا ہے کہ کھانے پینے لینے دینے میں سنت کے مطابق ہمیشہ الایمن پیش نظر ہوتا، چائے پینے میں یہ اہتمام ہوتا کہ داہنے ہاتھ سے فرش پہ رکھی ہوئی پرچ اٹھا کر چائے نوش فرماتے، اسی طرح مسجد کی حاضری میں جوتے سے بایاں پاؤں پہلے اور دایاں بعد میں نکالتے، اور مسجد میں دایاں پاؤں پہلے اور بایاں بعد میں داخل فرماتے، اسی طرح مسجد سے نکلتے ہوئے بایاں پاؤں پہلے اور دایاں بعد میں نکالتے اس طرح کہ بایاں پاؤں جوتہ پر رکھتے اور دایاں پہلے جوتے میں داخل فرماتے پھر بایاں۔

محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے شب و روز کی یہ ادائیں تھیں، جن میں سنت اور سنت پر عمل کی کرامت کا صدور ہر وقت نظر آتا تھا۔

حج و زیارت کے لئے دوبارہ حاضری

حرمین طہیین میں پہلی حاضری کا شرف حضرت شیخ الحدیث بریلی شریف سے مفتی اعظم ہند کے ساتھ 1945ء میں حاصل کر چکے تھے۔ اور بقول حضرت جامی

مشرّف گر پہ شد بے چارہ جامی خدایا ایس کرم بار و گر کن

دس سال 1955ء تک حج و زیارت کی دوبارہ حاضری کے لئے بے چین رہے کہ بدنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا وہ 1956ء میں آ گیا، اس سفر و سیلہ ظفر کے لیے کئی درخواستیں فیصل آباد سے دی گئیں، جو نا منظور ہوئیں۔ اور راقم الحروف کا نام قرعہ اندازی میں نکل آیا، اور ”قرعہ قال بنام من دیوانہ زوند“ مجھے اس سفر حج و زیارت میں کراچی سے مکہ و مدینہ جاتے آتے حضرت کی معیت و خدمت کا شرف حاصل رہا، داد اور ا قابلیت شرط نیست بلکہ شرط قابلیت دادا دست

انداز سفر یہ رہا کہ اس کی پہلی منزل (قبل حج) مدینہ رہا۔ اور آخری منزل (بعد حج) بھی مدینہ رہا، آپ کا کل قیام مدینہ میں 54 یوم رہا، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سنی صحیح العقیدہ افراد کے ساتھ نماز باجماعت ادا فرماتے رہے، گنبد خضریٰ کی چھاؤں میں قیام کا شرف حاصل رہا، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خصائص کبریٰ کا مطالعہ فرماتے، اور نگاہیں گنبد خضریٰ پر ہوتیں۔ ”کعبہ کے بدرالدجی تم پہ کروڑوں درود“ اور مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام کا نذرانہ صبح و شام پیش کرتے،

حرمین طہیین میں آپ نے مسلک حق اہلسنت و جماعت پر جس استقامت اور بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں جس محبت و ارادت کا مظاہرہ فرمایا۔ وہ آپ کی سیرت کا بڑا درخشاں باب ہے، جو آپ کی مستقل سوانح میں زیب عنوان ہوگا۔

اس دور میں استقامت علی الشریعت کی یہ بڑی روشن مثال ہے، کہ

آپ نے فوٹو سے مستثنیٰ پاسپورٹ پر حج و زیارت کا سفر کیا۔

تلامذہ

عالم الغیب والشہادۃ نے آپ کے درس میں بڑی برکت عطا فرمائی تھی، علوم و فنون کے علاوہ حدیث میں آپ کے تلامذہ کی تعداد برکوک چک ہندو پاک میں سینکڑوں سے متجاوز ہے، چند مشاہیر تلامذہ کے نام یہ ہیں،
☆ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری (مرحوم) سابق ایم این اے شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی۔

☆ مولانا وقار الدین (مرحوم) ناظم تعلیمات نائب شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی۔

☆ مولانا غلام رسول فیصل آباد شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہر اسلام لاکپور۔

☆ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی مفتی دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور۔

☆ مولانا تحسین رضا خان صاحب (مرحوم) سابق صدر المدرسین مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف۔

☆ مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔

☆ مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق، مدیر ماہنامہ رضا ہے مصطفیٰ

گوجرانوالہ۔

☆ مولانا الحاج محمد صابر القادری نسیم بستوی، مدیر ماہنامہ فیض الرسول

براؤں شریف بستی ہند

- ☆ مولانا مفتی مجیب الاسلام اعظمی ہند۔
- ☆ مولانا عبدالرشید شیخ الحدیث جھنگ۔
- ☆ مولانا ابوالحسنات محمد اشرف چشتی سیالوی شیخ الحدیث سیال شریف۔
- ☆ مولانا حافظ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ، واں پگھراں۔
- ☆ مولانا سید جلال الدین شاہ (مرحوم) بھکی شریف۔
- ☆ مولانا عنایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ (مرحوم) مناظر اہلسنت سائیکہ بل۔
- ☆ مولانا ابوالمعالی محمد معین الدین شافعی، ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ فیصل آباد۔

- ☆ مولانا ابوالشاہ محمد عبدالقادر شہید لاکپوری قدس سرہ فیصل آباد۔
- ☆ مولانا سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (مرحوم)، جامعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔

- ☆ مولانا مفتی محمد امین مہتمم جامعہ امینیہ فیصل آباد
- ☆ مولانا ابوالانوار محمد مختار احمد فیصل آبادی۔
- ☆ مولانا حافظ احسان الحق (مرحوم) مدرس جامعہ امینیہ فیصل آباد۔
- ☆ مولانا مفتی محمد حسین سکھروی جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر
- ☆ مولانا سید حسین الدین شاہ ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی
- ☆ مولانا فیض احمد اویسی شیخ الحدیث جامعہ اویسیہ بہاولپور
- ☆ مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ

☆ راقم الحروف محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی جنوبی افریقہ۔

نائب اعلیٰ حضرت کی رحلت

مختصر یہ کہ آفتاب علم و فضل ساٹھ سال تک اپنی کرنوں سے بے شمار عوام و خواص طلباء علماء ملت اسلامیہ اہلسنت کو اپنے فیضان سے تابدار کرتا ہوا، 29 رجب المرجب 1382ھ، 29 دسمبر 1962ء کی درمیانی رات کو کراچی میں غروب ہو گیا، آپ کا جسد مبارک شاہین ایکسپریس کے ذریعے کراچی سے لاسکپور لایا گیا، اسٹیشن سے جامعہ رضویہ تک علماء مشائخ عوام کے بے پناہ ہجوم نے ایمان افروز نظارہ بھی دیکھا کہ آپ کے جنازہ پر نور کی پھوار پڑ رہی تھی، اور ابر کا نام و نشان نہ تھا۔ نماز جنازہ مولانا ابوالشاہ محمد عبدالقادر احمد آبادی شہید اہلسنت قدس سرہ نے آپ کی وصیت کے مطابق پڑھائی، نماز جنازہ میں تین لاکھ فرزند توحید و رسالت کی شرکت علماء مشائخ کے سفر آخرت کی آخری تقریب میں فقید المثال ہے، آپ کا مزار آپ ہی کی بنائی ہوئی سنی رضوی جامع مسجد فیصل آباد میں زیارت گاہ خاص و عام ہے،

مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہ العزیز نے خود اپنے اعظم خلفاء اور تلمیذ جلیل کی تاریخ وصال اپنے اشعار میں ارشاد فرمائی

مر گیا فیضان جس کی موت سے ہائے وہ "فیض استما" جاتا رہا
 "یا مجیب اغفر لہ" تاریخ ہے کس برس وہ رہنما جاتا رہا
 دیو کا سر کاٹ کر نوری کہو چاند روشن علم کا جاتا رہا

باقیات صالحات

آپ کی باقیات، صالحات میں تین صاحبزادے اپنے والد گرامی وقار کے مسند کے امین اور حامی دین متین ہیں، آپ کی کنیت ابوالفضل کی رعایت سے تینوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ محدث اعظم صاحبزادہ غازی فضل احمد رضا (مرحوم)

صاحبزادہ حاجی فضل کریم دامت برکاتہم العالیہ



حضرت شیخ الحدیث، مفتی کی حیثیت سے

تحریر..... فاضل شہبیر، حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری، لاہور

دور آخر کے علماء عموماً ایک آدھ وصف میں ممتاز ہوئے ہیں۔ اگر کوئی مدرس ہے تو تقریر پر قدرت نہیں رکھتا، واعظ ہے تو تدریس و تصنیف کا ملکہ نہیں رکھتا۔ تدریس و تقریر میں کمال ہے تو فتویٰ نویسی کی مشق حاصل نہیں، اگر کوئی مناظر ہے تو تدریس کبھی نہ کی۔۔۔۔۔۔ مگر قدرت کی فیاضی دیکھیے کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ بیک وقت اعلیٰ پایہ کے مدرس بے مثال محدث خوش بیان مقرر محقق، مصنف اور متین و متدین مفتی ہیں، اور ہمہ علوم و فنون میں مہارت تامہ رکھتے ہیں، آپ نے تھوڑی سی مدت میں ایسی ترقی کی کہ جہاں ترقی کرنے والے برسوں کی ریاضت کے بعد پہنچتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی ذاتی کوششوں کے علاوہ آپ کو ان اساتذہ کرام سے استفادہ کا موقع ملا جن کی فتاہت و ثقاہت آج کے دور میں بھی دور اول کی یاد تازہ کر دیتی ہے، حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ سے آپ نے اجمیر مقدس میں سات آٹھ سال درس لیا۔ اور پھر فراغت کے بعد بھی منظر اسلام بریلی کی تدریس کے دوران ان کی سرپرستی حاصل رہی، مولانا محمد امجد علی اعظمی کی فتاہت کا اعتراف اس صدی کے مجدد امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی کیا ہے، اور اس اعتراف کے طور پر آپ کو صدر الشریعہ کا لقب عطا فرما، حضرت صدر الشریعہ کی ایک تصنیف بہار شریعت

اردو زبان میں فقہ اسلامی کا دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) ہے۔ اردو زبان میں فقہ اسلام پر اس سے بہتر کوئی کتاب اب تک تصنیف نہ ہو سکی، مصنف بہار شریعت حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے جو فتاویٰ جاری کئے وہ فتاویٰ امجدیہ کے نام سے جمع ہوئے اور جن کا کچھ حصہ شائع ہوا ہے فتاویٰ امجدیہ کی نقل کا کام بھی حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے کیا۔

علاوہ ازیں تدریس کے ابتدائی دور میں حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں (خلف اصغر و خلیفہ امام احمد رضا) قدس سرہما سے آپ نے فقہ پڑھی اور تدریس سے فراغت کے بعد حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے پاس افتاء کا کام شروع کیا، فتویٰ نویسی اور رد و مرتدین آپ نے مفتی اعظم قدس سرہ کی زیر نگرانی حاصل کیے۔

فن سوانح نگاری کے ماہرین سوانحی مواد میں مکاتیب اور تصانیف کا ذکر تو کرتے ہیں۔ مگر فتویٰ نویسی کا تذکرہ نہیں کرتے، حالانکہ فتویٰ نویسی کی اہمیت مکاتیب اور تصانیف کی طرح بلکہ ان سے بھی بڑھ کر ہے، مجیب و مفتی کے حالات کی تدوین میں اس کی شخصیت اور انداز فکر معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے فتاویٰ کا ہوشمندی سے مطالعہ کیا جائے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ فقیہ النفس تھے۔ فتویٰ نویسی میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ منظر اسلام بریلی، مظہر اسلام بریلی اور مظہر اسلام فیصل آباد کے دارالافتاء بر صغیر کے مسلمانوں کا مرجع نظر اور مرکز نگاہ ہیں، دور دراز علاقوں سے استفاء آتے، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ ان کا جواب لکھتے۔

اختلاف رائے رکھنے کے باوجود۔ اپنے اور بیگانے۔۔ سب آپ کے تعمق نظر اور تفقہ فی الدین کے معترف تھے۔ آپ کے فتاویٰ خواص و عوام میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

عام طور پر اردو میں مقالہ نگاری کو علی گڑھ تحریک کا مرہون منت تصور کیا جاتا ہے، حقائق اور واقعات اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ اس تحریک سے پہلے اور بعد مجموعہ ہائے فتاویٰ میں ایسے فتاویٰ ملتے ہیں، جن کو اردو کے بہترین مقالات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ باوجود یہ کہ ان فتاویٰ کے مجیب و مفتی اس تحریک کے مخالف رہے۔ فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ امجدیہ اور فتاویٰ مصطفویہ کا ذکر اس ضمن میں دلچسپی سے خالی نہیں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے بہت سے فتاویٰ اردو کے بہترین مقالات ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے فتاویٰ کا انداز تفہیم و تحقیق بڑا فاضلانہ ہے، بیشتر فتاویٰ مفصل و محقق ہیں، اگرچہ آپ اس مقام فقاہت پر فائز تھے۔ کہ آپ کا قول خود دلیل تھا، اور عموماً مستفتی کو کسی استدلال کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کے باوجود آپ بلاغت و جامعیت کے ساتھ دلائل کو ضرور بیان کرتے، اس کے برعکس آپ کے اکثر معاصر مفتیان دین جواب فتویٰ میں صرف ایک حرف ہاں یا نہ، جائز یا ناجائز، یا ایک ہی جملہ لکھنا کافی سمجھتے تھے۔ فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ دیوبند، فتاویٰ امدادیہ وغیرہ اس ضمن میں دیکھے جاسکتے ہیں،

نظریاتی اختلاف کے باعث آپ نے بتقاضائے غیرت مذہبی یارو

عمل کے طور پر بعض فتاویٰ لکھے ہیں۔ گستاخانِ خدا و مصطفیٰ کی تردید میں لکھے گئے۔ فتاویٰ غیرتِ مذہبی اور ردِ عمل کا نمونہ ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود ان ناقدانہ فتاویٰ کا انداز بھی متین ہے، ان میں حق کی طرف رجوع کی دعوت بھی ہے اور ”انا“ پر قائم رہنے پر سوزِ دروں بھی۔ ردِ عمل کے اس تلخ فریضہ کی انجام دہی میں سو قیانہ اندازِ مخاطب سے قطعاً اجتناب کیا گیا ہے۔ --- ہاں یہی ایک مفتی کی شان ہے،

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ فتویٰ جاری کرنے سے پہلے مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر اچھی طرح غور فرما لیتے، دلائل و براہین کے پس نظر موقف متعین اور واضح فرماتے۔۔۔ ایسا ہرگز نہ ہوتا کہ موقف متعین کر کے اس کے لیے دلائل کی تلاش کی جاتی۔۔۔ ایسا کرنا تو کسی طرح بھی جائز نہیں۔ مسلمانوں کی سیاسی تحریکات میں فتویٰ کی اہمیت کسے معلوم نہیں۔ غیر متدین رہبروں کی ہزاروں تقریریں وہ انقلاب برپا نہیں کر سکتیں جو ایک متدین، متقی مفتی کے ایک فتویٰ سے برپا ہو جاتا ہے۔ تاریخ میں اس نوعیت کی بیشمار مثالیں موجود ہیں۔ 1857ء کے جہادِ آزادی، تقسیمِ ہند سے قبل تحریکِ آزادیِ ہند کے زمانہ میں، خود تحریکِ پاکستان کے زمانہ میں اور تقسیمِ ہند کے بعد۔۔۔ فتوؤں کی بدولت بے شمار تحریکات پروان چڑھیں۔ اور مسلمانوں میں مذہبی اور سیاسی جوش ابھرا۔۔۔ آج کے گئے گزرے دور میں بھی کوئی مخلصانہ سیاسی فتویٰ دیا جائے، تو اس کا اثر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ تحریکِ پاکستان کے دوران مسلمان ایک نازک دور سے گزر رہے

تھے۔ ایک طرف انگریز مسلمانوں کو ہمیشہ غلام رکھنے پر مہم تھا۔ دوسری طرف ہندوؤں کے خطرناک عزائم تھے، جو مسلمانوں کا ملی وجود ہی ختم کرنے پر تلا ہوا تھا۔ ان حالات میں مسلمان راہنماؤں نے الگ وطن کا مطالبہ کر رکھا تھا مسلمان کا مقابلہ حکمران طبقہ انگریز اور اپنے سے کئی گنا زیا طاقتور اور مالدار ہندوؤں سے تھا۔ ان حالات میں سنی علماء کرام اور مفتیان عظام نے تجویز پاکستان کی حمایت میں فتاویٰ جاری کیے، علماء کے ایک مشترکہ فتویٰ میں جو بریلی سے شائع ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ بحیثیت مفتی شامل تھے۔ ان مخلصانہ فتاویٰ نے مسلمانان برصغیر میں جوش و جذبہ پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ صحیح سمت کی طرف راہنمائی کی اور مسلمانوں میں ایک انقلاب برپا کر دیا، تحریک پاکستان کی تاریخ کا طالب علم ان حقائق سے واقف ہے،

قیام پاکستان کے بعد 1956ء میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی۔ بعض سنی علماء نے دیوبندی، وہابی، شیعہ وغیرہ تمام فرقوں کے لوگوں سے مل کر تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا۔ حالانکہ انہی سنی علماء کے عقیدہ کی رو سے باقی فرقوں کے لوگ اپنے کفریہ اقوال کے باعث دائرہ اسلام سے خارج ہیں، اس سے پہلے وہ بارہا فتوے دے چکے ہیں کہ ان کے ساتھ، مذہبی اتحاد اور میل جول ناجائز ہے،

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اور چند دیگر متدین مفتی علماء اس اتحاد میں شریک نہ ہوئے۔ ان کا فتویٰ تھا کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ بے دینوں،

بد مذہبوں اور اللہ و رسول کے دشمنوں سے اس قسم کا میل جول روا نہیں رکھ سکتے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے ان متدین و متقی مفتیان عظام سے مل کر الگ تحریک چلائی، ان حالات میں بیگانوں کے علاوہ بعض اپنوں نے بھی آپ کے اس طرز عمل کی مخالفت کی، شدید مخالفت کے باوجود آپ کے پائے ثبات میں تزلزل نہ آیا۔ بالآخر جب مخالفت کا طوفان تھما، تو لوگوں نے دیکھا کہ حق وہ تھا جو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے کہا اور کیا۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے محض دینی و مذہبی فریضہ کی خاطر بغیر کسی معاوضہ کے ساری عمر فتاویٰ جاری کیے، ہر شخص خواہ وہ مظلوم ہوتا یا سائل، کسی وقت بھی آپ سے فتویٰ لے سکتا تھا، اسی للہیت کی برکت تھی کہ آپ کے فتاویٰ خواص و علماء میں مقبول تھے۔ فتویٰ پر کبھی کوئی معاوضہ نہ خود قبول کیا، اور ہمیشہ اپنے تلامذہ و متوسلین کو یہ نصیحت فرماتے کہ فتویٰ، وعظ یا تقریر پر کوئی معاوضہ طلب نہ کریں۔ اس دور میں جبکہ بات پوچھنے کا بھی مول ہے، یہ طرز عمل کتنا دل نواز ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی صحبت میں بیٹھنے والے جانتے ہیں کہ حق بات واضح ہو جانے پر جو فتویٰ صادر فرماتے، اس میں ترمیم و تہنیخ کبھی نہ فرماتے، خواہ اس کے لیے کتنا ہی دباؤ کیوں نہ پڑے۔

1956ء میں، اس سے پہلے اور بعد۔۔۔ پ۔ رویت ہلال کے معاملہ میں قرآن و حدیث اور فقہاء کے اقوال کی روشنی میں جو موقف آپ نے اختیار فرمایا، وہ آپ کے عزم راسخ کا بین ثبوت ہے، عوام الناس اور خود

بعض سنی علماء کا اصرار، اس پر حکومت کا دباؤ مستزاد ہوتا۔ مگر کیا مجال کہ مرد حق حکم شرعی میں ذرا بھی تبدیلی کریں۔

10 اگست 1953ء بروز پیر 29 ذیقعدہ کو بصیر پور ضلع ساہیوال میں چند متدین لوگوں اور مدرسہ کے طلباء نے چاند دیکھا، ان شہادتوں کی بناء پر حضرت مولانا محمد نور اللہ نعیمی (مہ 1403ھ 1983ء) نے فتویٰ دیا کہ عید بقر جمعرات کو ہوگی۔ مگر بعض لوگوں نے محض اخبار اور ریڈیو کی خبر پر اعتماد کرتے ہوئے جمعہ کو ہی قربانی دی، اس صورت حال کو پیش کر کے ان لوگوں کے طرز عمل پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے استفتاء کیا گیا، آپ نے فتویٰ دیا کہ شرعی شہادت کی موجودگی میں بصیر پور میں عید بقر جمعرات کو تھی، مولانا محمد نور اللہ بصیر پوری کا فتویٰ درست تھا، مگر بناء بر حسد جن لوگوں نے مولانا کے فتویٰ پر عمل نہیں کیا، وہ گناہگار ہوئے، اس فتویٰ کے یہ الفاظ کتنی دل سوزی تا اظہار کرتے ہیں۔

”حسد بہت بری بلا ہے۔ حسد کی وجہ سے مسائل شرعیہ پر عمل کرنے میں ہرگز تکامل نہ چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حسد سے محفوظ رکھے۔“

متدین، متقی مفتی کا کمال یہ ہے کہ جو کچھ وہ اپنے قلم سے لکھے یا زبان سے کہے، اگر وہ خود ان حالات سے دو چار ہو تو اس پر سختی سے عمل پیرا ہو اور اس کا ہر عمل اس کے قول پر گواہ ہو، درحقیقت یہی طرز عمل اہلسنیت و امتیاز کا باعث بنتا ہے۔ قول فعل کی یکسانیت کے اعتبار سے جب بھی آپ کی حیات مبارکہ پر نظر پڑتی ہے تو آپ کے اعمال اپنے اقوال کی تصدیق کرتے

ہیں، اس سلسلہ کی چند مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

(ا) اکابر علماء کے متفقہ فتویٰ کے مطابق آپ کا بھی فتویٰ تھا کہ فوٹو بنانا، بنوانا، اور تصویر سازی (خواہ عکسی ہو یا دستی) ناجائز و حرام ہے، 1945ء میں آپ نے پہلا حج کیا، تو پاسپورٹ کے لئے تصویر نہیں بنوائی۔

(ب) 1947ء میں تقسیم ہند کے بعد آپ پاکستان آ گئے۔ ان دنوں ابھی تک ایک دوسرے ملک میں آنے جانے کے لیے پاسپورٹ اور ویزا کی پابندی نہ تھی۔ 1948ء کو آپ دوبارہ بریلی تشریف لے گئے۔ اور وہاں مظہر اسلام میں طلبہ کو اسباق پڑھانے شروع کر دیئے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد جب پاسپورٹ اور ویزا کی پابندی لازمی ہو گئی، تو آپ واپس پاکستان آ گئے۔ باوجود انتہائی خواہش کے پھر بریلی تشریف نہ جاسکے، کیونکہ اس کے لئے فوٹو بنوانا پڑتا تھا۔

(ج) 1956ء کو دوبارہ حج کے لیے درخواست حج میں وضاحت فرمادی کہ وہ اس کے لئے فوٹو نہیں بنوائیں گے۔ چنانچہ خصوصی شناختی سرٹیفکیٹ کے ہمراہ آپ کو حج پاسپورٹ جاری ہوا۔ اس طرح آپ نے اپنے فتویٰ کی تصدیق اپنے عمل سے کر دی۔

(د) آپ نے ہمیشہ فتویٰ دیا کہ اہانت رسول کے مرتکب لوگوں، بے دینوں، بد مذہبوں اور اللہ اور رسول کے دشمن فرقوں سے کسی قسم کا میل جول نہ رکھا جائے۔ 1952ء کی تحریک ختم نبوت کی مجلس عمل چونکہ سنی، دیوبندی، وہابی، شیعہ وغیرہ علماء پر مشتمل تھی، اس لیے باوجود بار بار کے استدعا کے

آپ اس مجلس عمل میں شامل نہ ہوئے، اور خود اپنے طور پر علیحدہ ختم نبوت کے منکرین کے خلاف جہاد کیا۔

مولانا قاری محبوب رضا قدسی، کراچی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں بعض جوشیلے نوجوان بھند ہیں کہ دوسری جماعتوں کے ساتھ مل کر تحریک چلائی جائے، مگر شیخ الحدیث اپنے اٹل فیصلہ پر نہایت خود اعتمادی کے ساتھ عمل پیرا ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم غیروں کے ساتھ اشتراک عمل کو مناسب نہیں خیال کرتے، ہم مطالبات کی پوری حمایت کرتے ہیں۔ مگر گرفتاریاں اپنے پلیٹ فارم سے دیں گے۔ دوسرے اپنے پلیٹ فارم سے گرفتاریاں دیں۔ ناموس رسالت کی حفاظت کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ بہانا ہمارے واسطے فخر و مباہات ہے، مگر ہم ابانت مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کرنے والوں سے اشتراک عمل کسی طرح بھی پسند نہیں کریں گے، چنانچہ اپنے اس صحیح فیصلہ پر آخر دم تک ڈٹے رہے، اور جامعہ رضویہ کے پلیٹ فارم سے گرفتاریاں جاری رہیں۔

اس دور میں آپ کے فقہی موقف کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس دور میں آپ کے تحریر کردہ فتاویٰ کے چند اقتباسات پیش کئے جائیں، چنانچہ جناب نیاز محمد زرگر مقيم محلہ ہرچن پورہ، فیصل آباد، کے ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں، مرزائی قادیانی اسلام کے دشمن، کافر و مرتد ہیں۔ وزیر خارجہ (ظفر اللہ خاں) مرزائی کو وزارت سے علیحدہ کیا جاوے۔ اس میں کسی مسلمان کد اختلاف کرنے کی گنجائش نہیں، ہر مسلمان کا یہ مطالبہ ہوتا

چاہئے کہ وزی ر خارجہ کو علیحدہ کیا جاوے، مگر وہابیوں، دیوبندیوں، شیعہ رافضیوں سے میل جول، ان سے اتحاد ہمارے نزدیک درست نہیں۔

تحریک ختم نبوت کے دوران کچھ لوگوں نے مالی جانی ہر قسم کی قربانیاں پیش کیں، دیوبندی وہابی علماء نے بھی اس میں اپنا حصہ بتایا کہ ہمارے فلاں فلاں صاحب نے ختم نبوت پر اپنا مال جان قربان کر دیا ہے، ختم نبوت کے تحفظ کی اس تحریک کے حوالے سے ان علماء نے عوام الناس میں اپنا مقام بنانے کے حیلے حوالے کئے، اس صورت حال پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں

”وہابی دیوبندی چونکہ شان نبوت و شان رسالت میں بے ادب گستاخ ہیں، لہذا وہ توبہ کئے بغیر شان نبوت پر کیسے قربان ہو سکتا ہے، مرنا اور چیز اور عزت نبوت پر قربان ہونا اور چیز ہے، ہم سب اہل سنت مرزائیوں کو کافر مرتد جانتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ حکومت کو ضرور چاہیے کہ وزیر خارجہ کو علیحدہ کر دے۔“

مجلس عمل کے سنی اور غیر سنی اتحاد سے الگ رہ کر آپ نے تحریک ختم نبوت میں نمایاں کردار ادا کیا۔، مجلس عمل سے عدم اشتراک پر آپ کے خلاف وہ طوفان برپا کیا گیا۔ کہ الامان والحفیظ۔ آپ کے مد مقابل مرزائی، حکومت اور مجلس عمل کی انگلیخت پر بعض اپنے بیگانے سب تھے۔ آپ کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا، تو نہ معلوم اس کے طرز عمل میں کیا تبدیلی آتی،،، مگر دور عزیمت کی کیفیت خود آپ کے الفاظ میں پڑھیے اور کردار کی عظمت اک

اندازہ کیجیے،

دور حاضر میں یہ چند روز عجیب گزرے۔ اپنی زندگی کی تاریخ میں ایسے دن گزارنے کا پہلا اتفاق ہوا۔ نہ اٹھتے چھین نہ بیٹھتے چھین۔ نہ بولتے چھین، نہ چپ رہتے چھین، کہیں تو کیا کہیں، چپ رہا جائے تو کیونکر۔ امام اہل سنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت عظم البرکت قدس سرہ العزیز کے فیض سے چھین ملا۔ ان کے بیان فرمودہ طریقہ پر قائم رہنے سے تسکین ہوتی۔ خلافت کمیٹی گاندھویت کے دور اور ندوہ کے نشوونما کے زمانہ میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا جو لائحہ عمل رہا، اس پر استقامت سے انہیں کے صوبہ سے باعث قرار و سکون ہوا۔ فقیر نو ماہ سے متواتر تقریر و تحریر میں، جمعہ کے خطبات، اجلاس میں بغیر خوف و لومۃ لائیم یہ بیان کرتا رہا کہ بے مذہبوں، بے دینوں، وہابیوں، دیوبندیوں غیر مقلدوں، شیعہ رافضیوں، مودودیوں، تبلیغی جماعت والوں، مرزائیوں قادیانیوں سے میل، سلام و کلام شرعاً منع اور ناجائز ہے، مجلس عمل میں چونکہ دین کے دشمن، ملک کے دشمن، غدار لوگ بھی شامل ہیں، لہذا فقیر اس میں شامل نہیں..... رہے حکومت سے مطالبات، تو وہ مطالبات کرنا جائز و صحیح ہے، چنانچہ ہماری طرف سے بھی وہ مطالبات کیے گئے، مگر ملک میں امن عامہ کو خطر ہے میں ڈالنا، عام مسلمانوں کے جذبات ایمانی کو غلط طریقہ سے استعمال کرنا لوٹ کھسوٹ اور غدر کی صورتیں نکالنا شرعاً ہرگز درست نہیں، لالکپور میں بارہا تقریروں میں اپنے مسلک کو واضح کیا۔ لاہور کے جلسہ حزب الاحناف میں، جلسہ گڑھی

شاہو میں، اور کراچی جلسہ عرس مبارک اعلیٰ حضرت، قدس سرہ العزیز میں بھی اور مقامات میں بھی اپنا مسلک اہل سنت واضح کیا کھلے اور صاف الفاظ میں واضح کیا۔ یہاں پر مجلس عمل کے بعض ذمہ داروں نے جلسہ عام میں یہ علانیہ بیان کیا کہ اگر سردار احمد ہمارے ساتھ مل جائے، تو ہم سب اس کو اپنا امام بناتے ہیں، اور ہم سب (دیوبندی، غیر مقلد، مودودی، تبلیغی جماعت) اس کے پیچھے لگنے کو تیار ہیں، وہ ہمارے امام اور ہم ان کے مقتدی، بلکہ مجلس عمل کے ذمہ دار ایک وفد لے کر فقیر کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو سارے شہر لائپور کا صدر اور امیر بناتے ہیں، لہذا آپ سارے شہر فیصل آباد والوں کے امیر و امام بن جائیں، مگر فقیر نے ان سے کہا کہ مجھے نہ امارت کی حرص ہے، نہ صدر و امام بننے کا لالچ، دیوبندی، وہابی، مولویوں کے پیشواؤں نے جو عبارتیں شان الوہیت و شان رسالت و شان صحابہ کرام و شان اہل بیت اطہار و شان بزرگان دین کے خلاف صریح بے ادبی و گستاخی کی لکھی ہیں، ان عبارتوں سے دیوبندی وہابی توبہ کر لیں، تو امامت تو امامت، فقیہ تو ان کا مقتدی بننے کو تیار ہے، اور اسی طرح جتنے گمراہ بے دین فرقے مجلس عمل میں داخل ہیں، جب تک وہ گمراہی بے دینی سے توبہ نہ کریں، فقیر ان کے ساتھ ملنے کو ہرگز تیار نہیں..... یہاں جب مجلس عمل والوں نے جلسے و جلوس کے سلسلے شروع کیے اور فقیر کے متعلق بے دینوں نے غلط پروپیگنڈے کیے۔ تو بے دین تو دشمن تھے ہی، اپنے بھی ان کے اثر میں آ کر مخالف ہو گئے۔ حتیٰ کہ سوائے چند گنتی کے افراد کے، سارا

شہر مخالف ہو گیا، تقریباً ایک ماہ تک عجیب مخالف ہوا چلی۔ ایک ہفتہ بہت نازک فضا رہی، مگر حضرت داتا صاحب، حضرت غوث اعظم، حضور خواجہ غریب نواز اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صدقہ سے فقیر امام اہلسنت قدس سرہ العزیز کے فرمودہ طریق پر قائم رہا اور مسلمانوں کو جلسہ و جلوس میں نہایت امن سے رہنے کی تبلیغ بلیغ کی۔ ایک ماہ کے بعد فضا کا رخ ایسا بڑلا کہ اکثر لوگ موافق ہوئے اور مخالفین نے بھی استقامت کی داد دی، اور یہ کہلایا کہ پبلک کے جذبے میں نہ بہنا اور اپنے نصب العین پر قائم رہنا اور ملامت کرنے والوں کی پرواہ نہ کرنا، یہ بڑا مشکل کام ہے، مگر اس نے (سردار احمد نے) کر دکھایا، اب فضا بحمدہ تعالیٰ اچھی ہے، اس نازک دور میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز و حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت صدر الشریعہ قدس اسرارہم کے فیض نے بڑی دستگیری فرمائی۔ اور حضرت مفتی اعظم قبلہ کی خدمت کی برکت سے بہت نفع پہنچا۔

تحریک ختم نبوت 1952ء میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا وہی طرز عمل رہا۔ جو تحریک خلافت و ترک موالات میں امام احمد رضا قدس سرہ اور آپ کے ہم نوا اکابر کا رہا، جوش و جنون کے عالم میں تو ان حضرات کے خلاف ہر قسم کا مکروہ پروپیگنڈہ کیا گیا،،،، انگریز کے پٹھو، آزادی کے دشمن، مسلمانوں کے غدار،،،، وغیرہ،،،، مگر جب طوفان تھا، تو معلوم ہوا کہ حق ان کے ساتھ تھا۔ اور یہ حق کے ساتھ تھے۔ یہی حال ختم نبوت کی تحریک کے دوران حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ساتھ گزرا۔۔۔ مخالفت، مخالفانہ

پروپیگنڈا، اشتہار بازی، غلط بیانات، اور سفید جھوٹ،،،، کاش اس وقت اہل سنت و جماعت جماعتی اور انفرادی امتیازی حیثیت سے تحریک میں حصہ لیتے، تو آج تاریخ مختلف ہوتی، بعض راز افشاء کرنے والوں کے طرز عمل سے جو نقصان اٹھانا پڑا، اس سے حفاظت رہتی، تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی حق نے باطل سے اشتراک عمل کیا، ہمیشہ حق پر چلنے والوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔

منظر اسلام بریلی میں تدریس کے ابتدائی ایام میں ہی (1352ھ، 1943ء) آپ نے فتویٰ نویسی کا کام شروع کر دیا۔ فی الحال اس کا تعین تو مشکل ہے کہ آپ نے پہلا فتویٰ کب لکھا۔ مگر منظر اسلام بریلی میں مدرس دوم کی حیثیت سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے جو فتاویٰ لکھے ہیں، وہ آپ کی فتاہت، ثقاہت اور کمال علمی پر بین دلیل ہیں۔

24 شوال المکرم 1353ء، 30 جنوری 1935ء کو راجکوٹ کاٹھیاوار (انڈیا) سے سید عبدالاول میاں قادری نے ایک استفتاء پیش کیا، جس میں تراویح کے ایک مسئلہ کے بارے میں بہار شریعت (مولفہ مولانا محمد امجد علی اعظمی) اور امداد الفتاویٰ (مولفہ مولوی اشرف علی تھانوی) کے اختلاف کے بارے میں پوچھا گیا، استفتاء میں بھی لکھا گیا، کہ مولانا حشمت علی خاں کے سامنے بھی یہ مسئلہ پیش کیا گیا، (جب وہ اس علاقہ میں تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے۔) تو آپ نے مسئلہ سے متعلق کتابیں پاس نہ ہونے

متعلقہ کتابیں پاس نہ ہونے کے باعث جواب دینے سے معذوری ظاہر کر دی، اور آپ کی طرف رجوع کرتے کو کہا، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں جو فتویٰ لکھا، وہ دلائل قاہرہ سے مزین ہے، فتویٰ کے آخر میں آپ لکھتے ہیں۔

”پھر کسی مسئلہ کے جواب میں روایت نقل کرنا اور بات ہے، اور صحیح و مفتی، و مختار قول بتانا اور بات، مولوی اشرف علی نے مسئلہ مذکورہ کے متعلق ایک روایت نقل کی ہے، اور حضرت استاد محترم صدر المدرسین مفید الطالبین مدظلہ العالی نے ”بہار شریعت“ میں مسئلہ کا جواب صحیح و صواب و مفتی بہ و مختار تحریر فرمایا ہے، و شتان ما بینہما فانہم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تیس سال سے کم عمر اور دو سال سے کم تجربہ تدریس کے باوجود حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے فتویٰ کے انداز ظاہر کرتے ہیں کہ آپ نہ صرف مفتی ہیں، بلکہ دو مفتیوں کے درمیان اختلاف کی صورت میں ایک قول کو دلائل سے ترجیح دے سکتے ہیں۔ اس مقام کی عظمت کا اندازہ صاحبان علم خوب کر سکتے ہیں۔

فیصل آباد کے قیام کے دوران آپ کے سامنے نکاح کے محرمات کے بارے میں ایک فتویٰ پیش ہوا، مفتی جامعہ رضویہ نے بھی بڑی محنت سے اس کا جواب لکھا، جب تصدیق کے لئے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے سامنے آیا، تو آپ نے جو لکھا، اس کے آخری جملے یوں ہیں،

”بخاری شریف کتاب الزکاح جلد دوم، صفحہ 765 میں ہے، و جمع

عبدالله ابن جعفر بین ابنة علی (ای زینب بنت فاطمة) وامرأة علی ری لیلی بنت مسعود) لیجئے، صورت سوال کا جزئیہ بخاری شریف سے مل گیا۔ والحمد للہ واللہ تعالیٰ ورسولہ اللہ علیٰ اعلم واکھم بالصواب۔“

جواب فتویٰ کے تیور بتاتے ہیں کہ آپ کی نگاہ صرف کتب فقہ پر حاوی ہے، بلکہ احادیث طیبہ میں موجود فقہی جزئیات بھی آپ کی نظر سے پوشیدہ نہیں۔ جلیل القدر مفتی کی یہی شان ہے،

ایسا تو اکثر ہوتا ہے کہ مفتیان ایک دوسرے کے فتاویٰ کی تصویب کرتے ہیں، مگر ایسا کم دیکھنے میں آیا ہے کہ جلیل القدر مفتی نے، جس کا قول خود فتویٰ ہو، کسی دوسرے مفتی سے استفتاء کیا ہو، بالخصوص ان حالات میں جب مفتی، مستفتی سے سند اور عمر میں دوسرے درجہ پر ہو، مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے جلیل القدر مفتیان عظام نے بھی استفتاء کر کے اپنے فتاویٰ کی تصدیق و تصویب چاہی ہے، اس سلسلہ میں صرف چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری، فضل بہار (م 19 جمادی الآخر 1382ھ 18 نومبر 1962ء) امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ اور اعظم خلفاء سے ہیں، ان کی فقاہت و ثقاہت خود مسلم ہے، مگر انہوں نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے ایک فتویٰ طلب کیا کہ مقتدیوں کو اقامت کے کس مرحلہ میں کھڑا ہونا چاہئے۔

حضرت ملک العلماء قدس سرہ نے یہ فتویٰ (1371ھ، 1952ء سے 1380ھ، 1961ء) کے درمیان کسی وقت طلب کیا، جبکہ آپ جامع لطیفہ کٹھیار (بہار) میں صدر مدرس تھے، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے فقہ و حدیث کے دلائل سے استفتاء کا مدلل جواب لکھا۔

ایک مرتبہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی قدس سرہ (م 1943ء) خلف اکبر و خلیفہ اعظم امام احمد رضا خاں بریلوی نے ایک فتویٰ لکھا، ان دنوں وہ دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کے مہتمم تھے، ان دنوں حضرت شیخ الحدیث دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کے شیخ الحدیث تھے۔ حجۃ الاسلام اپنے فتویٰ کی تصدیق و تصویب کے لیے مظہر اسلام بریلی میں تشریف لائے اور اپنا فتویٰ دکھا کر حضرت شیخ الحدیث الرحمہ سے فرمانے لگے۔

”مولانا میں نے یہ فتویٰ لکھا ہے، کیسا ہے، کیا آپ اس کی تصدیق کریں گے۔“

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (م 1402ھ، 1982ء) علیہ الرحمہ نے حرمت مصاہرت کے ایک مسئلہ پر عربی زبان میں فتویٰ لکھا۔ اور تصدیق کے لیے جامعہ رضویہ فیصل آباد کے دارالافتاء میں روانہ فرمایا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے حکم سے مفتی دارالافتاء مولانا ابوسعید محمد امین مدظلہ نے عربی زبان میں اس کی تصدیق کی۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی فتویٰ نویسی کا ادبی پہلو بھی قابل قدر ہے، آپ کا وطن (متحدہ) پنجاب تھا۔ مادری زبان پنجابی تھی، لیکن بریلی کی

تعلیم اور پھر تدریس اور محبت شیخ کی بناء پر ہمیشہ اردو بولتے اور اردو لکھتے، آپ کے فتاویٰ اردو ادب میں قابل قدر اضافہ ہیں۔ ان فتوؤں کے ذریعے اگر آپ کی ادبی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو پھر کئی نئے گوشے سامنے آئیں گے۔

آپ نے فتویٰ نویسی کے ذریعے بعض قوانین کو ترتیب دیا ہے، اس لحاظ سے آپ کے فتاویٰ قانونی ادب میں بھی قابل قدر سرمایہ ہیں، کاش کوئی ادیب اور قانون دان آپ کے فتاویٰ کی اس حیثیت سے افادہ و استفادہ کا پہلو واضح کرے، فتاویٰ کی قانونی اور ادبی حیثیت کو سمجھنے کے لیے صرف ایک فتویٰ پڑھ لیجئے۔

میں سگھ (بنگال) کے جناب محمد شمس الحق صاحب نے تقلید پر اہل حدیث کے نو سوالات (جنہیں اہل حدیث اپنے زعم میں لا جواب سمجھے بیٹھے تھے۔) حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی خدمت میں جواب کے لیے بریلی روانہ کیے، آپ نے ان کا مفصل اور مدلل جواب لکھا، اور ساتھ ہی چند سوالات بھی کئے، جن کے جواب سے آج تک اہل حدیث حضرات خاموش ہیں۔ ان جوابات کے شروع میں آپ نے ایک مقدمہ لکھا، اس کے چند جملے آپ بھی پڑھ لیجئے۔

”مذہب و دین در اصل اصول و قواعد و ارکان ضروریہ قطعیه کا نام ہے، احکام شرعیہ، عملیہ پر عمل کرنے میں جزئی اختلاف فرعی مخالفت سے مذہب کے حقیقی اصول و قواعد سے خروج لازم نہیں آتا، سب صحابہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم کا مذہب اسلام تھا۔ اس لیے کہ سب کے اصول و قواعد دین متحد تھے، اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں آپس میں فرعی اختلاف ضرور ہوا، مثلاً بعض نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کو نہ پڑھا اور بعض نے پڑھا۔ بعض نے آمین کو نماز میں آہستہ کہا اور بعض نے جہر سے..... مگر اس اختلاف فرعی کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دونوں جماعتوں میں سے کسی جماعت کے تقویٰ و زہد و عدالت و دیانت و رشد و ہدایت و دین و مذہب میں کوئی فرق نہیں آیا، اس فرعی اختلاف کی وجہ سے ان پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ وہ سب کے سب ہدایت کے چمکتے ستارے ہیں، اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مقرب و مقبول ہیں۔

جامعہ رضویہ، فیصل آباد میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے تدریس حدیث، تقریر و تبلیغ، دعوت و ارشاد اور دیگر بے شمار مصروفیات کی وجہ فتویٰ نویسی کی خدمات مولانا محمد امین، مولانا محمد مختار احمد، مولانا نواب الدین اور دیگر اساتذہ جامعہ کے سپرد کر رکھی تھیں، یہ حضرات آپ سے زبانی ہدایات حاصل کر کے فتویٰ کو ترتیب دیتے اور آپ سے اصلاح لے کر فتویٰ مستفتی کے حوالے کر دیتے، اکثر فتاویٰ مفتی محمد امین صاحب لکھتے تھے۔



بسم الله الرحمن الرحيم ۵

سوال نمبر 1:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن مجید کا بغیر وضو کے چھونا جائز ہے یا نہیں، بینواتوجروبالشواب۔

الجواب:-

قرآن پاک کو بغیر وضو کے جسم کے کسی حصہ سے بغیر کسی چیز کے حائل ہونے کے چھونا شرعاً ناجائز و حرام ہے، قرآن مجید و فرقان حمید میں ہے، لا یمسہ الا المطہرون۔ کنز الایمان میں اس آیہ کریمہ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے، کہ اسے نہ چھوئیں، مگر با وضو تفسیر خزائن العرفان میں ہے، جس کو غسل کی حاجت ہو یا جس کا وضو نہ ہو یا حائضہ عورت یا نفاس والی میں سے کسی کو قرآن مجید کا بغیر غلاف وغیرہ کسی کپڑے کے چھونا جائز نہیں۔ بے وضو کو یاد پر قرآن مجید پڑھنا جائز ہے۔ لیکن بے غسل اور حیض والی کو یہ بھی جائز نہیں، بہار شریعت میں ہے، بے وضو قرآن مجید یا اس کی کسی آیت کا چھونا حرام ہے۔ بے چھوئے زبانی یا دیکھ کر پڑھے تو حرج نہیں۔ نیز اس میں ہے قرآن مجید کا ترجمہ فارسی یا اردو یا کسی اور زبان میں ہو، اس کے بھی چھونے اور پڑھنے میں قرآن مجید ہی کا سا حکم ہے۔ تفسیر جلالین میں المطہرون کی تفسیر کی ای الذین طہروا انفسہم من الاحداث اس کے حاشیہ پر ہے فلا یجوز للمحدث والجنب والحائض مسہ عند الاثمہ

الاربعة شرح وقایہ میں ہے، ولا تمس هئولا، ای الحائض وجنب والنفساء والمحدث عمدة الرعايا میں ہے لا یمسه الا المطهرون والحديث لا یمس القرآن الا طاهر اخرجه النسائی والبيهقی والطبرانی واحمد والحاكم وغيرهم۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے، محدث کو مصحف چھونا مطلقاً حرام ہے خواہ اس میں صرف نظم قرآن مجید مکتوب ہو یا اس کے ساتھ ترجمہ و تفسیر و رسم الخط وغیرہا بھی ہو کہ اس کے لکھنے سے نام مصحف زائل نہ ہوگا، آخر اسے قرآن مجید ہی کہا جائیگا، ترجمہ یا تفسیر کوئی اور نام نہ رکھا جائے گا۔ یہ زوائد قرآن مجید کے تابع ہیں، اور مصحف شریف سے جدا نہیں۔ ولہذا حاشیہ مصحف کی بیاض سادہ کو بھی چھونا ناجائز ہوا، بلکہ پٹھوں کو بھی بلکہ چولی پر سے بھی بلکہ ترجمہ کا چھونا خود ہی ممنوع ہے، اگرچہ قرآن مجید سے جدا لکھا ہو۔ ہدایہ میں ہے وكذا المحدث لا یمس المصحف الا بغلانه لقوله عليه السلام لا یمس القرآن الا طاهر ثم الحدث و الجنابة فلا اليه فيسويان و حکما لمس و الجنابة حلت الفم دون الحديث فيفترقان في حكم القراءة۔ پس قرآن مجید و حدیث پاک و اقوال فقہاء سے روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہو گیا، کہ قرآن مجید کا بغیر وضو کے چھونا ناجائز و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 2:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تکبیر کہتے وقت مقتدی و امام کو

بیٹھنا چاہیے اور یہ حوالہ کن کتب فقہ میں آیا ہے۔ بینواتوجروا۔

الجواب :-

بہار شریعت میں عالمگیری کے حوالہ سے تحریر فرمایا اقامت کے وقت کوئی شخص آیا تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ بیٹھ جائے جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت کھڑا ہو یہی حکم امام کیلئے ہے۔ تویر الابصار میں ہے، والقیام الامام وموتہم حین قیل حی علی الفلاح ان کان الامام بقرب المحراب۔ رد المحتار میں ہے، کذا فی الكنز و نور الايضاح والاصلاح والظہیریۃ والبدائع وغیرہا قال فی الذخیرۃ یقوم الامام والموتہم اذا قال المودن حی علی الفلاح عند علماء الثلاثة۔ عالمگیری جامع الرموز مضمورات لمحطاوی علی مراقی الفلاح شامی علی الدر عمدة الرعاہ علی شرح وقایہ فتاوی رضویہ جلد دوم بہار شریعت وغیرہ کتب فقہ میں تکبیر ہوتے وقت کھڑے ہو کر انتظار کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 3 :-

اونچی آواز سے آمین کہنا کہاں تک روا ہے، اس کے متعلق کتنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی روایات موجود ہیں۔

الجواب :-

حق اہلسنت نماز میں آہستہ آمین کہتے ہیں، اور شافعی اہلسنت نماز بلند آواز

سے کہتے ہیں، مگر یہ وہابی نہیں ہیں، اس علاقہ میں چونکہ وہابی غیر مقلد آمین بلند آواز سے کہتے ہیں، لہذا ان لوگوں کو وہابی کہتے ہیں، مگر وہابی ہونے کی وجہ صرف بلند آواز سے آمین کہنا ہی نہیں بلکہ یہ لوگ شان الوہیت و شان رسالت و شان ولایت میں بے ادب و گستاخ ہیں اس وجہ سے ان کو وہابی کہتے ہیں، واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 4:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کیا ختم شریف غوثیہ بلند آواز سے ملکر پڑھنا اور سورتیں وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں، بینواتو جروا۔

الجواب:-

صدر الشریعہ بدر طریقہ محقق فقیہ حضرت مولانا امجد علی صاحب قدس سرہ نے اپنی کتاب مستطاب بہار شریعت میں فتاویٰ کی معتبر و مستند کتاب درمختار کے حوالہ سے تحریر فرمایا مجمع میں سب لوگ بلند آواز سے قرآن پاک پڑھیں یہ حرام ہے، اگر چند شخص پڑھنے والے ہوں تو حکم ہے کہ آہستہ پڑھیں، ختم غوثیہ شریف پڑھنا بہت اچھا ہے۔ اس کے پڑھنے سے دین و دنیا میں بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں لیکن جب مجمع اکٹھے مل کر ختم غوثیہ شریف پڑھیں تو قرآن مجید فرقان حمید کی آیتوں کو آہستہ پڑھیں اور دیگر اذکار کو بلند آواز سے پڑھ لیں۔ اسی طرح جب کہ تیجا، ساتا، دسواں چالیسواں وغیرہ مجالس میں قرآن مجید کو مجمع میں چند آدمی پڑھیں تو آہستہ پڑھیں اور دیگر اذکار کو بلند آواز سے پڑھ لیں، اسی لیے کہ قرآن پاک کو جب بلند آواز سے پڑھا

جائے تو اس کا سننا حاضرین پر ضروری ہے، قرآن پاک میں ہے، اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون، تفسیر مدارک میں ہے۔ ظاہرہ رجنوب الاستماع والانصات فی الصلوۃ وغیرھا۔ ردالمحتار میں ہے۔ يجب الاستماع للقرآن

مطلقاً لان العبرة لعموم اللفظ۔ ردالمحتار میں ہے ای فی الصلوۃ و خارجھا لان الایۃ وان كانت وارده فی الصلوۃ و خارجھا لان الایۃ وان كانت وارده فی الصلوۃ علی مامر فالعبرة نعموم اللفظ لا لخصوص السبب۔ یعنی قرآن کا سننا واجب ہے نماز میں ہو یا نماز سے باہر ہو اس لئے کہ آیت اذاقراءت

القرآن فاستمعوا له وانصتوا الخ کا شان نزول اگرچہ ہے مگر محل خاص ہی کا اعتبار نہیں بلکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ لایجهر بعضهم علی بعض بالقرآن۔ اشعۃ اللمعات میں ہے آواز بلند نکند از شما بعض بقراآن چہ در نماز چہ در غیر آن از مصلی و ناظم قاری وذا کرتا موجب تشویش نگرد اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کا سننا فرض کفایہ ہے۔ لہذا بعض کا سننا کافی ہے جیسے سلام کا جواب دینا فرض کفایہ ہے اس لئے بعض کا جواب دینا کافی ہے، ردالمحتار میں ہے فی شرح المنیہ والطول ان الاستماع للقرآن فرض کفایۃ لانه لا قامة حقه بان یکون ملتفتا الیہ غیر مضیع لذلك يحصل

بأنصت البعض كما في رد السلام حين كان الرعاية حق المسلم كفي فيه البعض عن الكل اور علامہ حموی نے استاذ قاضی القضاة کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے اپنے رسالہ میں تحقیق کی ہے کہ قرآن پاک سننا فرض عین ہے۔ رد المحتار میں ہے، ونقل الحموی عن استاذہ قاضی القضاة یحی الشہیر بمنقاری زادہ ان الہ رسالۃ حقق فیہا ان استماع القرآن فرض عین بعض کتب میں فرمایا کہ علماء کی جماعت کثیر کا یہ مسلک ہے کہ نماز سے باہر قرآن پاک کا سننا مستحب ہے۔ تفسیر احمدی می ہے، استدلال بہا بعض علماء الحنفیۃ فی ان ترک القراءة للموتم فرض وذلك لان الله تعالى يامر باستماع القرآن والانصات عند قراءة القرآن مطلقا سواء كان غی الصلوة او فی غیرها ولكن لما كان عامة العلماء غیر قائلین بوجوب الاستماع خارج الصلوة بل باستحبابہ خلاصہ یہ کہ نماز سے باہر قرآن پاک سننے کے متعلق تین قول مذکور ہیں۔ (1) فرض عین (2) فرض کفایہ (3) مستحب (امام اہلسنت علیہم السلام) فاضل بریلوی قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ میں تحقیق فرمائی کہ اگر قرآن پاک کے سننے کے لئے جمع ہوئے ہوں، تو قرآن پاک کے وقت ہر ایک کا چپ رہنا واجب ہے، اگرچہ ہزاروں کی تعداد میں ہوں، چاہے ان کو دوری کی وجہ سے پڑھنے والے کی آواز نہ پہنچے، لیکن جب کہ لوگ اپنے اپنے کاروبار میں ہوں تو قرآن پاک سننے کا قصد نہ رکھتے ہوں تو

بعض کے سننے سے فرض ادا ہو جائیگا۔ پہلے قول کی بنا پر نہ سننے والے اور نہ چپ رہنے والے سب گنہگار ہیں اور دوسرے قول کی بنا پر اگر بعض سن لیں گے اور چپ رہیں گے، تو کوئی گنہگار نہیں ورنہ سب گنہگار، تیسرے قول کی بنا پر نہ سننے والے اور نہ چپ رہنے والے مستحب کے ترک کرنے والے ہیں۔ جو قرآن پاک کی تلاوت کے وقت خاموش رہے اور سننے تو وہ شریعت کے مطابق عامل اور اجر عظیم حاصل کرنے والا ہے، لہذا تحقیق یہی ہے کہ یا سب آدمی قرآن پاک کی سورتوں اور آیتوں کو آہستہ پڑھیں یا ایک آدمی بلند آواز سے پڑھے اور باقی حضرات غور سے سنیں، اور خاموش رہیں۔ ختم شریف کو ہرگز بند نہ کریں۔ بلکہ جاری رکھیں۔ کیونکہ یہ دین و دنیا کے فیوض و برکات و حصول حسنات کا ذریعہ ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 5:-

کیا لنگڑے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کیوں۔ بینواتو جروا۔
الجواب:-

لنگڑے کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے، اس لئے کہ شرعاً لنگڑا وہ معذور مریض نہیں کہ اس کے پیچھے صحیح و تندرست کی نماز نہ ہو، امام کے لئے ضروری ہے کہ سنی صحیح العقیدہ پابند شرع ہو لہذا دیوبندی، وہابی، قادیانی، شیعہ، رافضی، مودودی، چکڑالوی وغیرہا بد مذہب امام کے پیچھے اہلسنت کی جماعت کی نماز ہرگز نہیں ہو سکتی۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 6:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی وضع نماز کیا تھی۔ سنی اہلسنت و جماعت خصوصاً حنفی مذہب کے مطابق ہاتھ باندھ کر قرأت اور تسلیمات وغیرہ پڑھا کرتے تھے، یا شیعہ مذہب کے مطابق ہاتھ کھول کر شیعہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ بینوا تو جروا!

الجواب:-

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو دیکھا کہ اپنے دہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر نماز پڑھ رہے ہیں، تو آپ نے منع نہ فرمایا اگر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا منع ہوتا تو حضور علیہ السلام ضرور منع فرماتے، ابوداؤد شریف میں ہے۔ عن ابن مسعود انه كان يصلي نوضع يده اليسرى على اليمين فرأى النبي صلى الله عليه وسلم فرضه يده اليمنى على اليسرى۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جد امجد مولیٰ کائنات مشکل کشا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہاتھ باندھ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ ابوداؤد کے حاشیہ پر ہے عن علی قال من السنة وضع الكف على الكف تحت السرة یعنی حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا ناٹ کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔ بخاری شریف میں ہے۔ وضع علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ كفہ علی راسه الیسر یعنی مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ پر رکھا اس سے ظاہر ہے

کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے جد امجد کے طریقہ پر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم شریعت و طریقت کے جامع ہیں۔ سنیوں کے امام ہیں، ہمارے شجرہ میں بھی آپ کا نام نامی آتا ہے۔ آپ کا علم و عرفان آپ کی کرامات آپ کے فضائل شہرہ آفاق ہیں۔ ہمیں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حسن ظن یہ ہے کہ آپ کے ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے اور اپنے جد امجد مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت پر عمل کرتے اور مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوتھے خلیفہ راشد برحق ہیں۔ اور باب مدینہ علم ہیں آپ اور باقی خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت کے مطابق عمل کرنے کا حکم حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا، علیکم بسنتی و سنتی الخلفاء الراشدین ہم اہلسنت کے نزدیک حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل نماز میں ہاتھ باندھنے کا ہے۔ اور آپ کا یہ عمل مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت بعینہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ جب شیعہ رافضی زور دیتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی تو مطلب یہ ہوا کہ شیعہ رافضی کے نزدیک حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت کا خلاف کیا، بلکہ آپ نے حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے خلاف کیا۔ شیعہ رافضیوں کے نزدیک یہ گمان ہوگا، کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سنت بلکہ نبی پاک علیہ

الصلوة والسلام کی سنت کے خلاف کیا، مگر اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت پر عمل کرتے تھے۔ اور وہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پر عمل کرتے تھے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 7:-

دیگر بعد والے حضرت امام اہلبیت مقلد تھے، یا نہیں، اگر تھے تو کس امام کے، اگر نہ تھے تو کیوں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:-

آئمہ اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اگر مسائل مجتہدہ میں کسی امام مجتہد کے مقلد ہو جائیں، تو اس سے ان کی شان رفیع میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ دیکھو حضرت غوث پاک سید شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسنی حسینی سید ہیں۔ اہل بیت کرام میں سے ہیں، نسبی شرافت کے حامل ہیں۔ ولایت کے عہدہ پر فائز ہیں، بلکہ لاکھوں کو نظر کرم سے باذن پروردگار ولی بناتے ہیں، باوجود ان خوبیوں کے پھر بھی امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں۔ آئمہ اہل بیت میں سے جو جو آئمہ خود مجتہد تھے، وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرتے تھے۔ ورنہ مسائل مجتہدہ میں کسی مجتہد کے مقلد تھے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 8:-

جب کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ پاک میں امام مدینہ تھے۔ اور امام جعفر علیہ السلام بھی مدینہ شریف میں رونق افروز تھے۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں شرف تلمذ حاصل کرتے تھے تو وضع نماز اور ہاتھ باندھنے یا کھولنے میں کیوں تصفیہ نہ کر سکے۔
 بینوا تو جروا۔

الجواب :-

امام مالک امام جعفر صادق، امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آئمہ مجتہدین تھے، اپنے اپنے شہروں میں اجتہادی مسائل میں اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کرتے تھے۔ مجتہد پر کسی دوسرے مجتہد کی تقلید لازم نہیں، بلکہ مجتہد مسائل اجتہادیہ میں اپنے اجتہاد پر عمل کرے گا۔ اس وجہ سے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 9 :-

جو امام دیوبندی عقیدے رکھتا ہو، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب :-

ارکان اسلام میں سے اہم ترین رکن نماز ہے۔ نماز فرض قطعی ہے۔ نماز دین کا ستون ہے۔ نماز مومنوں کی معراج ہے، نماز باجماعت ادا کرنا شرعاً مامور و مطلوب ہے، نماز کے دیگر مسائل کی طرح امامت کا مسئلہ بھی نہایت غور طلب ہے نماز کس امام کے پیچھے ادا کی جائے منصب امامت پر کس کو مقرر کیا

جائے۔ اس کے متعلق مسلمانوں میں سستی آگئی ہے۔ مقتدی عام طور پر جس امام کے پیچھے چاہتے ہیں، نماز پڑھ لیتے ہیں، خواہ امام کسی عقیدہ کا ہو بہت مسجدوں کے متولی و ناظم بھی امام مقرر کرتے وقت غور نہیں کرتے کہ کس عقیدے اور عمل کا امام چاہیئے۔ اہلسنت و جماعت کے مذہب کے خلاف بہت مولوی ایسے بھی ہیں کہ اپنے آپ کو جھوٹے طور پر اہلسنت بتاتے ہیں، اور مسجدوں کے متولی ان مولویوں کے دھوکے میں آ جاتے ہیں، اور ان کو اپنا امام مقرر کر لیتے ہیں۔ سینکڑوں دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ مقتدیوں نے امام کو اہلسنت سمجھ کر امام رکھا اور امام بھی اپنے کو اہلسنت بتاتا رہا، اور اہلسنت جیسے کام کرتا رہا۔ مگر آخر کار ایسے امام کا پردہ فاش اور ظاہر ہو گیا، کہ امام اہلسنت نہیں ہے، متعدد ایسی جگہیں ہیں کہ جہاں پر بعد میں ظاہر ہوا کہ امام سنی نہیں ہے بلکہ پکا وہابی ہے۔ اہلسنت نمازیوں نے ایسے وہابی امام کو امامت سے علیحدہ کر دیا جس سے نمازیوں میں انتشار بھی ہوا۔ اگر پہلے ہی سے امام کو مقرر کرتے وقت پرکھ لیا جائے تو بعد میں ایسی دشواریاں پیش نہ آتیں انشاء اللہ العزیز۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ دیوبندی عقیدوں والے امام کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں اس زمانہ میں یہ معرکہ الآرا مسئلہ ہے، اس مسئلہ میں نزاکت ایک حد تک اس لئے ہو گئی ہے کہ دیوبندی اپنے فاسد عقیدوں کو چھپا لیتے ہیں۔ پہلے عقیدے ظاہر نہیں کرتے جب ان کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے تو آہستہ آہستہ وہابی مذہب پھیلا نا شروع کر دیتے ہیں۔ پہلے یہ واضح ہو

جائے کہ دیوبندی مولویوں کے عقائد کیا ہیں، پھر مسئلہ کا جواب سہل ہے،
دیوبندیوں کے عقائد۔

عقیدہ نمبر 1:-

اگر حضور علیہ السلام کے بعد اب بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو اس سے ختم
نبوت میں کوئی فرق نہیں۔ معاذ اللہ۔ دیکھو بانی مدرسہ دیوبند کا رسالہ تحذیر
الناس صفحہ 24، اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو
پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

عقیدہ نمبر 2:-

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں، اور شیطان لعین
کو ساری زمین کا علم ہے۔ معاذ اللہ، دیکھو براہین قاطعہ مصدقہ رشید احمد
گنگوہی کے صفحہ 51 پر ہے، شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں، کہ مجھ کو دیوار کے
پیچھے کا بھی علم نہیں۔ دیکھئے دیوبندیوں نے اس روایت سے کیا ثابت کیا کہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، اور اسی دیوبندی
پیشوا نے اسی کتاب کے اسی صفحہ پر چند سطر کے بعد لکھا ہے، الحاصل غور کرنا
چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف
نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو
کونسا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت
ہوئی، فخر عالم کی کونسی نص قطعی ہے، کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک
شرک ثابت کرتا ہے۔

عقیدہ نمبر 3:-

حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کو بچوں پاگلوں کے علم سے تشبیہ دینا ملاحظہ ہو۔ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کا رسالہ حفظ الایمان صفحہ ۷۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید عمر و بکر ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے حاصل ہے۔ دیوبندی پیشواؤں کی ان عبارتوں میں سرور دو عالم نور مجسم نبی اکرم شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفیع میں صرح تو ہیں و گستاخی ہے۔ اور حضور شافع یوم النشور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت سے انکا رہے۔ اس لئے علماء عرب و عجم و مشائخ حرمین طہیین نے ان عبارتوں کے لکھنے والوں پر یا ان عبارتوں کے مطابق عقیدہ رکھنے والوں پر کفر کا فتویٰ دیا، اور یہ فتویٰ پنجاب میں ہندوستان میں۔ یوپی میں، سی پی میں بنگال، بہار، بمبئی، مدارس، کشمیر وغیرہ میں بارہا شائع ہوا ہے۔ دیوبندی پیشواؤں کے یہ عقیدے سراسر اسلام کے خلاف ہیں، اور جو اپنے دیوبندی پیشواؤں کی ان عبارتوں پر مطلع ہو کر ان کو حق جانتے ہیں، وہ بھی شرعاً اپنے دیوبندی پیشواؤں کی طرح شرعی جرم میں گرفتار ہیں جو ان کے پیشواؤں پر شرعاً فتویٰ ہے، وہی ان کے ماتنے والوں پر ہے۔ جب دیوبندی مولوی کے پاس ایمان ہی نہیں ہے۔ تو دیوبندی امام کی خود نماز نہیں، یعنی تو دیوبندی امام کے پیچھے اوروں کی نماز کیسے ہوگی۔ لہذا دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے فریضہ نماز ادا نہ ہوگا۔ بلکہ مقتدی کے ذمہ فریضہ نماز باقی رہتا ہے، لہذا جن

نمازیوں نے دیوبندی امام کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، ان نمازیوں پر لازم ہے کہ وہ نمازیں دوبارہ لوٹائیں، اگر نہ لوٹائیں گے، تو فریضہ ان کے ذمہ بدستور باقی رہے گا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 10:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی امامت کراتا ہے، کہ نماز میں ہمیشہ طول قرأت پڑھا کرتا ہے، تقریباً پاؤں سو پاؤں میں دو رکعتیں پوری کرتا، مقتدی تمام نالاں ہیں، اور امام صاحب کو ہمیشہ کہتے رہتے ہیں، کہ ہم کمزور ہیں، اور ضعیف ہیں نماز اتنی لمبی نہ کریں، لیکن امام صاحب بجائے مان لینے کے اور زیادہ پڑھنا لگ جاتے ہیں، ایسے ضدی معاملہ میں نماز کا کیا حال ہے، امام کو کیا کرنا چاہیے اور مقتدی کیا کریں آیا نماز علیحدہ پڑھیں یا پیچھے امام کے نیت کر کے بیٹھ جائیں پھر کھڑے ہو کر رکوع میں ساتھ مل جائیں۔ اگر امام کو یہ کہتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ میں ضد نہیں کرتا بلکہ مجھے پڑھنے کا شوق زیادہ ہے، بہر صورت امام کو ایسے شوق میں مستغرق ہونا چاہئے، یا مقتدیوں کی بات پر عمل کرے، بینوا تو جروا۔

الجواب:-

امام جب اوروں کو نماز پڑھائے تو شرعاً اس پر لازم ہے کہ مقتدیوں کا بھی خیال رکھے، نماز میں قرأت یا رکوع و سجود کا اتنا طول نہ کرے، کہ مقتدیوں پر شفقت کا باعث ہو۔ اور جب امام تنہا نماز پڑھے جیسے سنتیں، نفل وغیرہ تو جتنا چاہے نماز کو طول دے، اس میں حرج نہیں، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے نماز میں طول دیا تھا، جس کی وجہ سے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت معاذ پر بہت ناراض ہوئے، جیسا کہ بخاری و مسلم میں مفصل حدیث مذکور ہے، حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيَخَفْ قَانَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ وَالْمَرِيضُ وَذُو الْحَاجَةِ الْحَدِيثُ اَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - یعنی جو لوگوں کو نماز پڑھائے تو وہ نماز کو طول نہ کرے بلکہ تخفیف کرے اس لئے کہ مقتدیوں میں کمزور و بیمار اور صاحب حاجت ہیں، اور ارشاد فرمایا مَنْ صَلَّى بِنَفْسِهِ فَلْيَطْوِلْ مَا شَاءَ اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ یعنی جو شخص تنہا نماز پڑھے جتنی چاہے لمبی کرے ہمارے امام اعظم اور حضور غوث اعظم اور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بہت سے اولیاء کرام شب بھر عبادت کرتے صورت مسئلہ میں اس امام کو شرعی مسئلہ سمجھایا جائے اگر مان لے تو اچھا ورنہ کسی اور شخص سنی صحیح العقیدہ قابل امامت کو امام بنائیں۔ وہ امام جو آپ کا ہے امامت کے مسئلے سے ناواقف معلوم ہوتا ہے، امام ایسا ہونا چاہئے جو مقتدیوں کے حق کو پہچانے، اور تلاوت کا صحیح ذوق وہ ہے، جو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق ہو، امام ایسا نہ ہونا چاہئے کہ جس کی وجہ سے مقتدیوں کا ذوق ٹوٹتا ہو بلکہ ایسا ہونا چاہئے جس کی وجہ سے مقتدیوں کا ذوق نماز زیادہ ہو۔ اس امام کا ذوق اگرچہ صحیح مگر طرز استعمال غلط ہے۔

اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے وہو لموفق وہو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 11:-

اگر کوئی امام چار انگل سے کم داڑھی رکھتا ہے، چار انگل داڑھی نہیں ہونے دیتا، صرف دو تین انگل داڑھی رکھتا ہے، کیا امام کے پیچھے نماز جائز ہے، یا کہ نہیں، مسئلہ سے مطلع فرمائیں۔

الجواب:-

شریعت میں کم از کم ایک مشت لمبی داڑھی رکھنا ضروری ہے، اس سے کم رکھنا خلاف شرع ہے، جو امام داڑھی منڈائے یا کتر دائے کہ ایک مشت سے کم ہو اور اس کی عادت رکھے وہ فاسق معین ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، جس کا لوٹنا یعنی دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر 12:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیش امام داڑھی کم رکھتا ہے، جب اس سے پوچھا گیا کہ داڑھی کتنی لمبی ہونی چاہئے، تو اس نے جواب دیا کہ لمبی داڑھی تو سکھوں کی ہوتی ہے، اس وجہ سے اکثر لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے، اور اس سے داڑھی بڑھانے کا اصرار کیا گیا، لیکن اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا، اس لئے دریافت طلب مسئلہ ہے، داڑھی کی شرعی حد کتنی ہے، اور امام کی داڑھی کتنی ہونی چاہئے جو شرعی حد سے کم داڑھی رکھے، اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے، یا نہیں، جس نے مذکورہ بالا لفظ شارع عام کہا ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے، جو لوگ اس امام

کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ان کے لئے کیا حکم ہے۔

الجواب :-

بہار شریعت میں ہے داڑھی بڑھانا سنن انبیاء سابقین سے ہے، داڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے، ہاں اگر ایک مشت سے زائد ہو جائے تو جتنی زیادہ ہے اس کو کٹا سکتے ہیں، احکام المسلمۃ اللحدہ میں ہے داڑھی ایک مشت تک بڑھانا اور رکھنا باتفاق فقہاء واجب اور اس سے زیادہ سنت و مستحب تا وقتیکہ شہرت و انگشت نمائی اور تمسخر تک نوبت نہ پہنچے، اور قبل مٹھی بھر ترشوانا یا منڈانا بالاتفاق حرام کسی کے نزدیک جائز نہیں۔ اور فی نفسہ مطلق داڑھی بڑھانا اور رکھنا سنت موقوفہ متواترہ قدیمہ ہے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی احکام شریعت میں ہے، داڑھی منڈوانے یا کتروانے والا فاسق ملعن ہے، اسے امام بنانا گناہ ہے، فرض ہو یا تراویح کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں، نیز اس میں ہے، نماز بکراہت شدیدہ تحریمہ مکروہ ہے، کہ انہیں امام بنانا حرام اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھیرنا واجب اور انہیں کے قریب ہے، فاسق ملعن مثلاً داڑھی منڈا، یا خشخاشی رکھنے والا یا کتر واکر حد شرع سے کم کرنے والا، فتاویٰ رضویہ میں ہے داڑھی ترشوانے والے کو امام بنانا گناہ ہے، اور اسکے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، ان عبارات کتب فقہاء و علماء سے معلوم ہوا کہ داڑھی کی لمبائی کم از کم ایک مشت ہے، جو امام ایک مشت سے کم داڑھی رکھے یا منڈائے، وہ شرعاً فاسق ملعن ہے، اس کو امام بنانا گناہ

ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں ان کا پھیرنا واجب، امام مذکورہ کا یہ جملہ کہ لمبی داڑھی تو سکھوں کی ہوتی ہے، بہت سخت جملہ ہے، اس امام پر ضروری ہے، کہ توبہ کرے، اور عہد کرے کہ آئندہ کبھی خلاف شرع ایسا جملہ ہرگز نہ کہے گا، اگر امام مذکورہ توبہ کرے اور عہد کرے کہ آئندہ شریعت کے مطابق کم از کم ایک مشت لمبی داڑھی ضرور رکھے گا، ترشوا کر اس سے کم نہیں کرے گا۔ تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً بلا کراہت جائز ہے، جب کہ امام مذکور سنی صحیح العقیدہ پابند شرع ہو اور اگر داڑھی ترشوانے سے توبہ نہ کرے بلکہ اپنی اسی پرانی عادت پر قائم رہے، تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور لوٹانی واجب و ضروری، اگرچہ وہ امام سنی صحیح العقیدہ ہو، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 13:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص حافظ القرآن ہو اور داڑھی کترا کر ایک یا ایک دو انچ کے برابر رکھتا ہو، اور رمضان شریف کے روزے بھی نہ رکھتا ہو، اور حقہ سگریٹ بازاروں میں پیتا ہو، اس کے پیچھے نماز فرض پڑھنا کیسا ہے، اور نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے، بینوا تو جروا۔

الجواب:-

قرآن پاک حفظ کرنا بہت بڑی بے بہاد دولت ایمانی ہے، اور بغیر عذر شرعی رمضان المبارک کے روزے نہ رکھنا شرعاً حرام ہے، جو شخص شریعت کی

پابندی نہ کرتا ہو، داڑھی حد شرع سے کم کرتا ہو، منڈواتا یا ترشواتا ہو اور اس کا عادی ہو اگرچہ حافظ القرآن ہو اور سنی صحیح العقیدہ بھی ہو ایسے شخص کے پیچھے منجگانہ نماز پڑھنا یا نماز عیدین و جمعہ پڑھنا یا رمضان المبارک میں تراویح پڑھنا نماز وتر پڑھنا شرعاً منع ہے، نمازیوں کو لازم ہے کہ ایسے شخص کو امامت کے لئے منتخب کریں، جو اہلسنت صحیح العقیدہ ہو، اور شریعت مطہرہ کا پابند ہو، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 14:-

وہابی امام کے پیچھے ہم اہلسنت کی نماز کیوں نہیں ہوتی کامل ثبوت ہو؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:-

وہابی شان الوہیت و شان رسالت و شان اہلبیت و شان صحابہ میں نہایت گستاخ و بے ادب ہیں، ان کی گستاخیوں و بے ادبیوں سے ان کے پیشواؤں کی کتابیں بھری پڑی ہیں، یہ بڑے غدار ہیں قرآن و حدیث کے غلط مطالب بیان کر کے مسلمانوں کو گمراہ بے دین کر رہے ہیں، ان کے پیچھے اہلسنت کو نماز پڑھنا ہرگز جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم و احکم۔

سوال نمبر 15:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک ایسا نابینا ہے، جو اپنے جسم و لباس کو نجاست ظاہری سے محفوظ نہیں رکھ سکتا اور امور غیر شرعی کا مرتکب رہتا

ہے، جیسے بغیر اذن ولی نابالغہ لڑکی کا نکاح پڑھنا اور اپنی عورت کو بے ستر رکھنا وغیرہ ایسے شخص کی امامت کے باوجود پرہیزگار امام مل سکتا ہے، کیا حکم ہے کہ اس کو امام بنانا چاہئے یا کہ نہیں۔

الجواب :-

ہوالموفق للصواب۔ امام کا سنی صحیح العقیدہ پابند شرع ہونا ضروری ہے، اور اگر امام نابینا ہے، مگر نماز کے مسائل کو جانتا ہے، جسم اور کپڑے کو پاک و صاف رکھتا ہے، شریعت کا پابند ہے، تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا بلاشبہ جائز بلکہ حدیث کے موافق و مطابق اور اگر نابینا ایسا ہو کہ جسم اور کپڑے کو پاک و صاف نہیں رکھتا، اور شریعت کی پابندی نہیں کرتا، تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً منع ہے، اور اس کی امامت ناجائز ہے۔ اس کی امامت سے لوگوں کو وحشت و نفرت ہوگی، اور جماعت میں قلت ہوگی، لہذا اس نابینا کو امامت سے ضرور علیحدہ کر دیں، اور اس امام مذکور کے پیچھے اپنی نمازیں خراب و برباد نہ کریں، بلکہ کسی سنی صحیح العقیدہ پابند شرع کو امام رکھیں اور اس نابینا امام مذکور کو امامت سے علیحدہ کر دیں، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نوٹ :- جس کی عورت بغیر ستر کے پھرے شوہر اس کو منع نہ کرے تو اس کا شوہر بھی اس کی طرح فسق کر رہا ہے، اور اگر شوہر منع کرتا ہے، مگر بیوی بے پردہ پھرتی ہے، تو اس صورت میں شوہر کا کوئی قصور نہیں، قرآن پاک میں ہے، لا تذوروا ذرۃ وزریٰ اخری۔

سوال نمبر 16 :-

نماز پڑھتے وقت امام کو لاؤڈ سپیکر کا استعمال شرعاً درست ہے، یا نہیں اور اس پر نماز پڑھانا شرعاً کیسا ہے، بینواتو جروا۔

الجواب :-

نماز پڑھاتے وقت امام کو لاؤڈ سپیکر کا استعمال ہرگز نہ چاہئے، مگر وہ ناپسند ہے، کیونکہ قرات میں ایسا تصنع و تکلف اور زیادہ بلند آواز جو حضور قلب خشیت اور تذلل نماز کے منافی ہو منع ہے، آئمہ مساجد کو اس سے احتراز چاہئے، اور متولی و اراکین مسجد کمیٹی اور مقتدیوں کو چاہئے کہ جس جگہ امامت کے لیے یہ آلہ استعمال ہوتا ہو، اس کو بند کرائیں، لاؤڈ سپیکر کے مسئلہ کے متعلق غور کیا گیا، اس کے متعلق زمانے کے ماہر لوگ بھی دو قسم کے ہیں، بعض کہتے ہیں، لاؤڈ سپیکر کی آواز مشکلم کی آواز ہے، یعنی لاؤڈ سپیکر مشکلم کی آواز کو دور تک پہنچاتا ہے، اور بعض کہتے ہیں، کہ لاؤڈ سپیکر سے مشکلم کی آواز نکراتی ہے، جس سے لاؤڈ سپیکر میں جدا آواز پیدا ہوتی ہے، اس صورت میں لاؤڈ سپیکر کی آواز امام کی آواز نہیں، لہذا اس قول کی بنا پر لاؤڈ سپیکر کی آواز سے جو تکبیرات انتقالات کی جائیں گی، اس سے نماز فاسد ہو جائے گی، فساد و عدم فساد میں معاملہ دائر ہے، احتیاط اسی میں ہے کہ نماز کے لئے ہرگز نہ لگایا جائے، مسلمانوں کی نمازیں خطرے میں نہ ڈالی جائیں۔ ہمارے اکابر علماء نے نماز میں اس کے لگانے کو پسند نہیں کیا، بلکہ بعض علماء نے صریحاً فرمایا کہ اس کا نماز میں لگانا درست ہے، بعض نے فرمایا، مفسد نماز ہے بعض نے فرمایا ہرگز نہ لگایا جائے، بعض نے فرمایا اس کا نماز میں لگانا

بدعت سیدہ ہے، اور بعض نے فرمایا کہ نماز تو نماز اذان و خطبہ میں بھی اس کا استعمال نہ کیا جائے، ان وجوہ کی بنا پر احتیاط اسی میں ہے، کہ لاؤڈ سپیکر کا نماز میں ہرگز استعمال نہ کیا جائے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم واحکم بالصواب۔

سوال نمبر 17:-

گنبد سے سنی ہوئی آواز پر رکوع و سجود کرنے والے مقتدیوں کی نماز کو کیا کتب فقہ میں فاسق و باطل لکھا ہے۔

الجواب:-

گنبد سے سنی ہوئی آواز چونکہ امام کی آواز نہیں ہے، لہذا گنبد کی آواز پر رکوع و سجود کرنے کا کوئی مطلب نہیں نہ اس کی آواز پر سجدہ تلاوت لازم نہ اقتدا کا تحقق، واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر 18:-

کیا گنبد یا لاؤڈ سپیکر سے سنی ہوئی آواز بعینہ متکلم کی آواز سے یا اس کی مثل و مشابہ ہے، مینواتو جروا۔

الجواب:-

گنبد سے سنی ہوئی آواز بعینہ متکلم کی آواز نہیں ہے، کیونکہ اگر گنبد سے سنی ہوئی آواز بعینہ متکلم کی آواز ہوتی تو جو آدمی گنبد سے آیت سجدہ سنتا تو اس پر سجدہ تلاوت لازم ہوتا، حالانکہ لازم نہیں، تو معلوم ہوا کہ گنبد سے سنی ہوئی

آواز بعینہ متکلم کی آواز نہیں ہے بعض علماء لاؤڈ سپیکر کے متعلق بھی ایسا ہی کہتے ہیں، درمختار میں ہے، لا تجب السماع من الصدى، ردالمحتار میں ہے، هو ما تجيبك مثل صوتك في الجبال والصحارى ونحوهما كما في الصراح بدائع الصنائع میں ہے، بخلاف السماع من البيغا والصدى فان ذلك ليس بتلاوة۔ بحر الرائق میں ہے۔ كالسماع من الصدى كما في الصنائع والصدى وهو ما يجيبك مثل صوتك في الجبال والصحارى ونحوهما اس کی شرح طحطاوی میں ہے فانه لا اجابة في الصدى وانما هو محاكاة۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے، اگر کسی نے گنبد کے اندر جا کر آیت سجدہ پڑھی اور وہاں سے آواز گونج کر لوٹی اور وہ آواز کسی نے سنی تو اس پر سجدہ واجب نہ ہوگا۔ خلاصہ میں لکھا ہے، بہار شریعت میں ہے بہاؤ وغیرہ میں آواز گونجی اور تحسنہ آیت کی آواز کان میں آئی تو سجدہ واجب نہیں، اور بدائع الصنائع کی عبارت سے تو صراحتہ ثابت ہے کہ گنبد کی آواز بازگشت تلاوت نہیں باقی عبارتوں کا مطلب بھی یہی ہے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 19:-

نماز عصر و نماز عشا کی پہلی چار سنت غیر موکدہ کے پڑھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

الجواب:-

نماز عصر و نماز عشاء کی پہلی چار رکعت سنت پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ اِلٰحِ تَعُوْذُ اور الحمد و سورۃ پڑھے، دوسری رکعت میں الحمد و سورۃ پڑھے، پھر التحیات کے بعد درود شریف بھی پڑھے پھر تیسری رکعت میں سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ اِلٰحِ اور اَعُوْذُ بِاللّٰهِ بھی پڑھے۔ درمختار میں لَا یُصَلِّیْ عَلٰی النَّبِیِّ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فِی الْقَعْدَةِ الْاُولٰی فِی الْاَرْبَعِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَالْجُمُعَةِ وَلَا یُسْتَفْتَحُ اِذَا قَامَ اِلَی الثَّلَاثَةِ عَنْهَا وَفِی الْبَوَاقِی ذَوَاتِ الْاَرْبَعِ یُصَلِّیْ عَلٰی النَّبِیِّ صَلَی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ یُسْتَفْتَحُ وَ یَتَعُوْذُ۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

حضرت محدث اعظم پاکستان استاذ العلماء حضرت مولانا علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قیام پاکستان سے کافی مدت پہلے نماز تراویح کے متعلق بیس 20 سوال غیر مقلدین کے پیشوا مولوی ثناء اللہ امرتسری سے کئے تھے، جو اس زمانہ میں اہلسنت کے مشہور اخبار الفقہیہ امرتسر میں شائع ہوئے تھے، علماء کے استفادہ کے لیے نقل کئے جا رہے ہیں۔

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

السلام علی من اتبع الهدی۔ آپ کے بعض مقلدین اہلحدیث کہلاتے والے آٹھ رکعت تراویح پر بہت زور دیتے ہیں، اور بیس رکعت تراویح کو بدعت و ناجائز بتاتے ہیں، اور مسلمانوں کو عبادت خدا سے روکنے کی ترغیب دیتے ہیں، اور فتنہ و شورش برپا کرتے رہتے ہیں، اور ہیں بالکل جاہل، آپ

سے چند سوالات کرتا ہوں، ان کا جواب تعصب سے الگ ہو کر نہایت انصاف سے دیجئے۔ چار برس ہوئے پیر کی شریف آپ اور ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلدین کے جلسہ میں گئے تھے۔ اور میں نے چند سوالات آپ کے مذہب کے متعلق آپ سے بذریعہ تحریر دریافت کئے، مگر آپ جواب نہ دے سکے، اور اب تک خاموش ہیں ان سوالات جوابات میں ایسی خاموشی اختیار نہ کیجئے۔ قرآن مجید و حدیث شریف سے جواب ہو اپنی رائے کو دخل نہ ہو۔

سوالات

- 1:- بیس رکعت تراویح پڑھنا جائز ہے، یا ناجائز۔
- 2:- اگر کوئی اہل حدیث (غیر مقلد) بیس تراویح پڑھے یہ جان کر کہ آئمہ و اصحابہ کرام کا اس پر عمل تھا تو وہ اہل حدیث (غیر مقلد) گنہگار ہو گا یا نہیں، اور وہ اہل حدیث بیس تراویح پڑھنے سے اہلحدیث رہے گا یا نہیں۔
- 3:- ایک اہل حدیث (غیر مقلد) آٹھ تراویح پڑھے اور دوسرا اہل حدیث (غیر مقلد) بیس تراویح پڑھے تو زیادہ ثواب کس کو ہوگا۔
- 4:- تراویح کے کیا معنی ہیں شرعاً اس کا اطلاق کم از کم کتنی رکعت پر حقیقتاً ہو سکتا ہے۔
- 5:- نماز تہجد کا وقت کیا ہے اور نماز تراویح کا کیا وقت ہے۔
- 6:- نماز تہجد کب شروع ہوئی اور نماز تراویح کب مسنون ہوئی۔
- 7:- نماز تہجد رمضان / غیر رمضان میں ہے یا نہیں۔

8:- نماز تراویح صرف رمضان میں ہے یا نہیں۔

9:- ہند کے اہل حدیث کہلانے والوں کے پیشوا مولوی نذیر حسین دہلوی ایک ختم قرآن مجید تراویح میں اور ایک ختم تہجد میں سنتے تھے۔ جیسا کہ غیر مقلدین میں مشہور ہے، لہذا اگر تراویح اور تہجد ایک نماز ہے تو مولوی نذیر حسین دہلوی دونوں کو الگ الگ پڑھ کر بدعت فی الدین کے مرتکب ہوئے، یا نہیں۔ اور رمضان میں تہجد جماعت کے ساتھ پڑھنا اور اس میں ختم قرآن مجید سننا اہل حدیث کے نزدیک بدعت ہے یا سنت ہے تو اس کا کیا ثبوت ہے۔

10:- صحاح ستہ یا دیگر کتب حدیث میں کیا حدیث صحیح الاسناد بالاتفاق صریح الدلالة مرفوع متصل ہے، جس کا یہ مضمون ہو کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ماہ رمضان میں آٹھ رکعت تراویح پڑھی ہیں۔

11:- حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ماہ رمضان المبارک میں کتنی شب تراویح پڑھی ہیں، جس حدیث میں اس کا ذکر ہے، اس میں تعداد رکعت بیان کی ہیں یا نہیں۔

12:- پورے رمضان میں تراویح پڑھنا کس کی سنت فعلی ہے، صحابہ کی سنت پر عمل کرنا سنت ہے یا نہیں۔

13:- بخاری و مسلم بلکہ صحاح ستہ میں تہجد کی کتنی رکعت مذکور ہیں، ہمیشہ آٹھ رکعت یا کم یا زیادہ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایات میں کتنی رکعت کا بیان ہے۔

14:- صحاح ستہ میں کسی کتاب میں اکثر اہل علم جمہور صحابہ و تابعین کا تراویح کے متعلق کیا عمل بتایا ہے۔ بیس رکعت یا کم یا زیادہ حضرت شیخ الحدیث شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر جمہور امت کا کیا عمل بتایا ہے۔

15:- کتب حدیث میں بیس تراویح کے متعلق حدیثیں ہیں یا نہیں۔

16:- کسی حدیث کے اسناد میں اگر بعض ضعف ہو تو جمہور امت کے تلقی بالقول کرنے سے وہ حدیث حجت قابل عمل رہتی ہے یا نہیں۔

17:- صحابہ کرام کے جس قول و فعل میں اجتہاد کو دخل نہ ہو وہ حکم میں مرفوع کے ہے یا نہیں۔ اصولی حدیث میں اس کے متعلق کیا فیصلہ ہے۔

18:- اگر حدیث کا ایسا اسناد ہو کہ بعد کے طبقہ کا ایک راوی ضعیف ہو تو کیا اس سے لازم آتا ہے کہ اس طبقہ سے پہلے محدثین کے نزدیک بھی وہ حدیث ضعیف ہو۔

19:- کیا کسی حدیث کے اسناد صحیح ہونے سے یہ ضروری ہے کہ اس کے متن حدیث پر عمل کیا جائے۔ یا کسی حدیث کے محض اسناد ضعیف ہونے سے لازم آتا ہے۔ کہ وہ حدیث قابل عمل نہ ہو۔

20:- شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی تراویح کی کتنی رکعت بتاتے ہیں ابن تیمیہ نے تراویح کے عدد رکعت کے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے، حضور سیدنا قطب الاقطاب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محدث نووی شارح مسلم شریف کتنی تراویح کو مسنون فرماتے ہیں۔

نوٹ: ان سوالات کے جوابات مندرجہ ذیل پتہ پر دیں یہ آپ کو اختیار ہے خواہ آپ ان سوالات کے جوابات تنہا لکھیں یا دوسرے غیر مقلد مولویوں کی مدد مانگ کر لکھیں۔ مگر جوابات پر آپ کے دستخط کا ہونا ضروری ہے، اور باقی غیر مقلد مولویوں کے دستخط کرانے نہ کرانے کا آپ کو اختیار ہے، اگر آپ نے سوالات کے جوابات انصاف سے دیئے تو عدد تراویح کے مسئلہ میں غیر مقلدوں پر حق ظاہر ہو جائے گا اور غیر مقلدوں کی ساری شورش کی قلبی کھل جائے گی، 14 سوال تک اس پتہ پر جواب دیں، (سردار احمد حنفی قادری چشتی، قصبہ دیال گڑھ براستہ دھار یوال ضلع گورداسپور) اور اس مدت کے بعد اس پتہ پر جواب روانہ کریں (بریلی شریف محلہ بہاری پور مسجد بی بی صاحبہ مرحومہ مدرسہ رضویہ اہلسنت و جماعت)

اعلان: جو غیر مقلد صاحب ان سوالات کو دیکھے وہ اپنے ذمہ دار مولویوں تنظیم والے روپڑی غیر مقلدوں سے یا غزنوی غیر مقلدوں سے یا دہلوی غیر مقلدوں سے جوابات لکھوا کر بھیجے جن حنفیوں کو غیر مقلد بیس تراویح کے مسئلہ میں تنگ کرتے ہیں، وہ ان غیر مقلدوں کی دہن درازی کے لئے ان سوالات کے جوابات ان سے طلب کریں۔

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدد کے سینہ میں غار ہے

کے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

سوال نمبر 20:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ بعد از نماز

جمع شہر یا قصبہ میں احتیاط الظہر پڑھنی فرض ہے، یا کہ نہیں، چونکہ ہمارے قصور شہر میں اہلسنت کے دو گروہ دربارہ احتیاط ہیں ایک جماعت تو کہتی ہے، کہ احتیاطی پڑھنی فرض ہے جو شخص احتیاطی نہیں پڑھتا وہ فرض کا تارک ہے۔ اور جو لوگ احتیاطی نہیں پڑھتے وہ صرف اتنا کہتے ہیں کہ ہمارے مفتی اعظم علیہ السلام حضرت بریلوی قدس سرہ احکام شریعت میں فرماتے ہیں، کہ بعد جمعہ نماز ظہر کی حاجت نہیں، اس لئے نہیں پڑھتے اب فریقین میں یہ بات قرار پائی ہے کہ جو فیصلہ حضرت قبلہ مولانا سردار احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ محدث و مفتی اعظم فرمادیں اس پر ہم سب کار بند ہونگے، چونکہ آپ ہمارے اہلسنت کے مفتی اعظم ہیں، لہذا آپ مہربانی فرما کر ہمارے حاکم بن کر فیصلہ صادر فرما کر مشکور فرمائیں، تاکہ ہماری کشمکش دور ہو جائے، نیز قرآن شریف کی کسی آیت میں احتیاطی ظہر کا ذکر صراحت سے نہیں۔ اور حدیث شریف میں بھی اس کا صراحۃً نظر سے نہیں گزرا اور امام اعظم علیہ الرحمۃ کا قول اس کے متعلق کتب متداولہ میں مذکور نہیں، سلطان اسلام اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حضرت عارف باللہ ملا جیون علیہ الرحمۃ تفسیر احمدی میں اس کے متعلق مختصر ذکر فرمایا، اور علماء کے اختلاف کو نقل فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔) آپ یہ بھی فرمادیں کہ احتیاط الظہر قرآن و حدیث اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے ثابت ہے یا بعد جاری ہوتی ہے، تو کتنا عرصہ ہوا ہے،

نمبر 2:- جو لوگ احتیاط الظہر نہیں پڑھتے وہ فرض کے تارک اور مستوجب

عذاب ہیں یا کیا۔

نمبر 3:- شہر میں احتیاطی فرض واجب ہے کہ نہیں مینوا تو جروا از شہر قصور۔

الجواب:-

شہر میں نماز جمعہ پڑھنا فرض ہے، اور احتیاطی ظہر شہر میں پڑھنا ضروری نہیں، خواص پڑھ لیں تو عوام نہ پڑھیں جو شخص یہ کہتا ہے، کہ شہر احتیاطی ظہر نہ پڑھنے والا فرض کا تارک ہے، اس کی بات خلاف تحقیق ہے، خواص کا شہر میں احتیاطی ظہر پڑھنا مستحسن اور مندوب ہے، اور عوام جن کو احتیاطی ظہر پڑھنے سے جمعہ کی فرضیت میں شک ہو تو وہ شہر میں احتیاطی ظہر ہرگز نہ پڑھیں، اور جو عوام ایسے ہوں کہ احتیاطی ظہر پڑھنے سے ان کو جمعہ کی فرضیت میں شک نہ ہو تو وہ احتیاطی ظہر پڑھ سکتے ہیں۔ احتیاطی ظہر کے پڑھنے میں اختلاف نہیں ہے بلکہ اتفاق ہے، ہاں اس کے ضروری ہونے میں اختلاف ہے، ہمارے نزدیک شہر میں پڑھنا ضروری نہیں بلکہ جائز و مندوب و مستحسن ہے۔ ردالمحتار حاشیہ درمختار میں ہے۔ وذكر في النهر انه ينبغي التردد في ندبها على القول بجواز التعدد خروجاً من الخلاف انتهى وفي شرح الباقاني هو الصحيح وبالجمله فقد ثبت انه ينبغي لاتقياء لهذا الرابع بعد الجمعة لكن بقي الكلام في تحقيق انه واجب او مندوب، اسي میں ہے۔ ولهذا قال المقدسي نحن لانامر بذلك امثال هذه العوالم بل ندل عليه الخواص وبالسبب اليهم انتهى والله تعالى اعلم۔ عمدة الرعاية حاشیہ شرح

وقایہ میں ہے۔ استحسنوا ان یصلوا بعد صلوٰۃ الجمعة بغیر
جماعة اربع رکعات بنیۃ آخر ظهر ادركت وقته ولم اصله
وتفصیله فی شرح الهدایۃ والمنیۃ والکتر وغیرہا۔

نمبر 1:- جو لوگ شہر احتیاطی ظہر نہیں پڑھتے وہ فرض کے تارک
نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نمبر 2:- شہر میں احتیاطی ظہر نہ فرض ہے نہ واجب۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ
الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 21:-

مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی جو کچھ علم بھی رکھتا ہے، اور ہمارے قریب ایک
چھوٹے سے گاؤں میں کچھ عرصہ سے جمعہ بھی پڑھاتا ہے، لہذا علماء دین سے
التجا ہے، کہ چھوٹے سے دیہات میں جمعہ پڑھانے کی نسبت مسئلہ فرما دیں
کہ کن شرطوں سے جمعہ واجب ہوتا ہے، اور کن شرطوں سے ظہر ساقط ہوتی
ہے، ان کی نسبت شریعت کی رو سے بندگان دین فیصلہ دیں کہ آیا یہ درست
ہے یا نہیں۔ بینوا تو جردا۔

الجواب :-

جمعہ کے فرض ہونے کے لئے شرائط ہیں، جن میں سے ایک شرط شہر یا قنائے
شہر (یعنی ملحقات شہر) ہے، لہذا گاؤں میں جمعہ فرض نہیں ہے، جس گاؤں
میں جمعہ نہیں ہوتا، وہاں قائم نہ کیا جائے، گاؤں میں نماز جمعہ نفل ہوگی، لہذا
جمعہ کے دن گاؤں میں نماز ظہر پڑھنا فرض ہے، جو شخص گاؤں میں جمعہ کے

دن ظہر نہ پڑھے گا، اس کے ذمہ ظہر کا فریضہ باقی رہے گا، اس نے گاؤں میں نماز چاہے پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر 23:- ایک سوال کا جواب:- گاؤں میں شرعاً جمعہ نہیں، اگر علمائے کرام نے فرمایا جس گاؤں میں پہلے سے جمعہ ہو رہا ہو، اس کے بند کرنے میں فتنہ و فساد ہوتا ہو تو فتنہ و فساد سے بچنے کے لئے جمعہ بند نہ کیا جائے۔ جمعہ بطور نفل ادا ہو جائیگا۔ اس لئے گاؤں میں جمعہ کے دن بھی ظہر ضروری پڑھے۔ جمعہ چاہے پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو اور جس گاؤں میں پہلے سے جمعہ نہ ہو تو وہاں ہرگز جمعہ کو شروع نہ کیا جائے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 22:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز فجر یا پنجگانہ یا بعد عیدین مصافحہ کرنا یا معانقہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا بالاجر والثواب۔

الجواب:-

هوالموفق للصواب: ملاقات کے وقت دو مسلمانوں کا آپس میں مصافحہ کرنا یا بعد نماز پنجگانہ مصافحہ کرنا جائز ہے، بلکہ مستحب ہے، طحاوی حاشیہ درمختار میں ہے، تسجب بالمصافحة بل هی سنة عقب الصلوة وعند کل لقی۔ یعنی مصافحہ مستحب ہے بلکہ ہر نماز کے بعد اور ہر ملاقات کے بعد سنت ہے۔ مرقی الفلاح شرح نور الایضاح کے حاشیہ میں ہے، کذا تسجب المصافحة فہی سنة عقب الصلوة کلھا، یعنی یونہی

مصافحہ مستحب بلکہ ہر نماز کے بعد سنت ہے، مجمع الانہر میں ہے،
 وكذا المصافحة بل هي سنة عقيب الصلوة كلها
 وعند الملا كما قال بعض الفضلاء اور معانقہ کرنا بھی بلاشبہ جائز
 ہے، جب کہ معانقہ کرنے والے قمیص یا جبہ پہنے ہوئے ہوں یعنی کپڑے
 علیحدہ علیحدہ پہنے ہوئے ہوں۔ در مختار میں ہے، لو كان عليه قميص او
 جبة بلا كراهة بالاجماع ومحجه في الهداية وعليه المتون
 خانیہ میں ہے، ان كانت المعانقة من فوق قميص او جبة جاز
 عند الكل حدیث شریف میں ہے، ونهض النبي صلى الله تعالى
 عليه وسلم الى عثمان فاعتنقه انت ولي في الدنيا والاخرة
 یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس
 تشریف لے گئے، اور ان سے معانقہ کیا اور فرمایا دنیا و آخرت میں تو میرا
 دوست ہے، اس حدیث کو محدث حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں نقل کیا
 ہے، اور اس موضوع پر کثرت سے حدیثیں مروی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام نے امام حسن۔ امام حسین۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت
 صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی معانقہ فرمایا جس کو ان حدیثوں کی
 تفصیل درکار ہو وہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کا رسالہ جلیلہ و شراح
 الجید کا مطالعہ کرے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم و احکم بالصواب۔

سوال نمبر 24:-

ہمارے امام صاحب ان لوگوں کو جو پوری نماز ادا کرنے کے بعد خود دعا

مانگ کر چلے جاتے ہیں کہتے ہیں، وہ شیطان کے بھائی ہیں جب ان کو کہا جائے کہ شہر میں عموماً کاروباری ایسا ہی کرتے ہیں، تو آپ ان کو شیطان کا بھائی فرماتے ہیں، بیچ اس مسئلہ کے اختلاف زیادہ بڑھ رہا ہے، صحیح فتویٰ صادر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب :-

نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد بہتر یہ ہے کہ اکٹھے مل کر دعا بھی مانگیں کہ حدیث شریف میں ہے، الدعاء مع العبادۃ، دعا عبادت کا مغز ہے، جس طرح سے مل کر نماز ادا کی ہے، ایسے ہی مل کر دعا مانگیں، معلوم نہیں کہ اس مجمع میں اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ کون ہے، کہ جس کے ذریعہ سے نماز و دعا مقبول ہو جائے، لیکن ضروری کاروبار کی وجہ سے اگر کوئی آدمی تنہا دعا مانگ کر چلا جائے تو شرعاً کوئی حرج نہیں ہے جس مولوی صاحب نے تنہا دعا مانگنے والے کو شیطان کا بھائی کہا ہے، اس نے بہت سخت کلمہ کہا ہے، ایک مسلمان کا مسلمان کو بلا وجہ شرعی شیطان کا بھائی کہنا سخت جرم ہے، اس مولوی صاحب پر لازم ہے، کہ توبہ کرے اور اس سے جس کو شیطان کا بھائی کہا ہے معافی مانگے، اور آئندہ کسی مسلمان کو خلاف شرع کلمہ نہ کہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر 25 :-

فجر کی نماز باجماعت ادا ہونے کے بعد بلند آواز سے سبحان اللہ الحمد للہ، اللہ اکبر کثرت سے پڑھا جاتا ہے، بعض لوگ جو اکیلے آ کر نماز پڑھتے ہیں، وہ

کہتے ہیں کہ آہستہ پڑھ لیا کرو لیکن اول والے لوگ نہیں مانتے اور آہستہ پڑھنے سے قاصر ہیں، اور اگر وہ حق پر ہیں تو اشتباہ دور فرما کر صحیح فتویٰ صادر فرمایا جائے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب :-

ذکر جہر یعنی بلند آواز سے ذکر کرنا شرعاً جائز ہے، لیکن نمازیوں کی نماز کا خیال رکھا جائے گا، کہ بہت زیادہ آواز سے نہ ہو کہ نمازیوں کی نماز میں خلل آئے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم والحکم بالصواب،

سوال نمبر 26 :-

ایک صاحب عرض کرتے ہیں کہ مسجد میں چند لوگ بلند آواز سے قرآن پاک پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ درود شریف بلند آواز سے پڑھتے ہیں، کچھ لوگ نماز پڑھتے ہوتے ہیں، نماز پڑھنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے، یہ قرآن پاک پڑھنا اور درود شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا بالا جبر العظیم۔

الجواب :-

مجمع میں چند مردوں کا جمع ہو کر بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا شرعاً منع ہے، مسجد میں ہو یا خارج مسجد میں ہو نماز کے وقت ہو یا نماز کا وقت نہ ہو، کوئی آدمی نزدیک نماز پڑھ رہا ہو یا نہ پڑھ رہا ہو، مجمع میں جب آدمی جمع ہوں تو حکم ہے کہ سب آہستہ آہستہ اس طرح پر قرآن مجید پڑھیں کہ ایک کی آواز دوسرے سے یا ایک آدمی بلند آواز سے قرآن مجید پڑھے اور باقی خاموش

ہم تن گوش ہو کر بیٹھیں درود پاک بلند آواز سے پڑھنا شرعاً جائز ہے، جب کہ کسی کی نماز میں خلل نہ آئے، درود شریف کو بلند آواز سے پڑھنے کو روکنے والے عام طور پر وہابی ہیں، وہ نمازی کی نماز کا بہانہ کرتے ہیں، اصل منشاء مقصود ان کا درود پاک پڑھنے سے بند کرنا ہے، کہ رسول پاک کی یاد نہ کی جائے، ان کو لفظ یا کے ساتھ نہ پکارا جائے، اگر یہ نہیں تو نماز کے فوراً بعد درس دینا کیوں شروع کر دیتے ہیں، اس جگہ لوگوں کی نماز کا خیال نہیں آتا، سلام پھیرتے ہی لاؤڈ سپیکر سامنے رکھ کر اندھیرے میں درس شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ قریب میں بہت سی مساجد میں ابھی جماعت بھی نہیں ہوتی، یہ لوگ لوگوں کی نماز کی پرواہ نہیں کرتے، زور زور سے تقریر کرتے ہیں، اور لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ سے دور دور آواز پہنچاتے ہیں۔ ان کی تقریر سے تو نماز میں خلل نہیں آتا، مگر درود پاک پڑھنے سے نماز میں خلل آتا ہے، ہمارے نزدیک بہتر یہی ہے، کہ اتنی بلند آواز سے درود شریف پڑھ لیں کہ کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ آئے، یعنی بہت بلند آواز سے نہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 27:-

مردے کو قبر میں کیسے لٹایا جائے، جواب سے توازیں، مینوا تو جروا۔

الجواب:-

فتاویٰ رضویہ میں ہے، قبر میں داہنی کروٹ پر قبلہ رو لٹایا جائے، کنز الدقائق میں ہے، ویوجه الی القبلة اس کی شرح مستخلص میں ای یوضع

شقہ الایمن متوجہا الی القبلة لقوله علیہ السلام لعلی
 حین وضع الجنائزۃ یاعلی استقبالا ہکذا فی بدائع
 الصنائع بہار شریعت میں ہے کہ اس کو داہنی کروٹ پر لٹائیں، اس کا
 منہ قبلہ کو کریں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر 28:-

مسجد کے قریب ایک احاطہ ہے جس پر کسی کی ملکیت مخصوص نہیں، عرصہ دراز
 سے مولوی صاحب امام مسجد وہاں رہتے تھے، اب بھی وہاں نئے مکان تعمیر
 صرف امام مسجد کے لیے ہوئے ہیں، ان پر زکوٰۃ کی رقم خرچ ہو سکتی ہے، یا
 نہیں۔ بحوالہ کتب معتبرہ مطلع فرمائیں اور یہ بھی فرمادیں کہ وہاں پر امام مسجد
 رہائی رہ سکتا ہے یا نہیں، بینواتو جروا۔

الجواب:-

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے شرط یہ ہے کہ جس کو زکوٰۃ دی جائے، اس کو اس
 مال کا مالک بنادیا جائے، مال زکوٰۃ کا مالک وہی ہو سکتا ہے، جو مالک ہونے
 کا اہل ہو، لہذا صورت مسئلہ میں مال زکوٰۃ سے امام مسجد کے لئے رہائشی
 مکان تعمیر نہیں کر سکتے، اس لئے کہ مسجد اور ضروریات مسجد جس میں امام مسجد
 کا رہائشی مکان جو اہل محلہ نے امام مسجد کی رہائش کے لئے تعمیر کیا ہے داخل
 ہے کسی ملکیت میں نہیں ہوتے، بلکہ یہ سب اشیاء سب مسلمانوں کے وقف
 ہیں، اس لئے اس میں مال زکوٰۃ نہیں لگ سکتا، ہاں مال زکوٰۃ لگانے کا شرعاً
 ایک حیلہ ہے کہ مستحق زکوٰۃ کو اس مال کا مالک بنادیا جائے۔ پھر وہ آدمی اپنی

مرضی سے وہ رقم مکان کی تعمیر کے لئے دے دے، تو جائز ہے، ملک کے بدلنے سے شئی کا حکم بدل جاتا ہے۔ بخاری شریف میں ہے، حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گوشت کا صدقہ دیا گیا۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا لك صدقة ولنا هدية او كما قال عليه السلام یعنی یہ گوشت اے بریرہ تیرے لئے صدقہ ہے، اور تو وہ گوشت ہماری خدمت میں پیش کر دے تو ہمارے لئے تحفہ ہے، اس حدیث سے صراحتاً یہ ثابت ہوا کہ صدقہ کے مال کو مستحق صدقہ کے مال کا لے کر اور مالک ہو کر سید کے دے سکتا ہے، سید کے حق میں وہ مال ہدیہ و تحفہ ہے، براہ راست سید کو زکوٰۃ دینا ناجائز اور حیلہ شرعی کے ساتھ جائز ہے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر 29:- ایک سوال کا جواب :

لاکپور میں ایک مجمع کثیر نے چاند اپنی آنکھوں سے دیکھا اس لئے یہاں شرعی ثبوت سے اتوار کے دن روزہ رکھا گیا، جن مقامات پر ابر کی وجہ سے چاند دکھائی نہیں دیا اور نہ ہی چاند ہونے کا شرعی ثبوت ملا تو وہاں کے مسلمانوں پر اتوار کے دن روزہ رکھنا فرض نہ تھا۔ حدیث شریف میں ہے کہ شعبان کی انتیس تاریخ کو چاند دکھائی دے تو روزہ رکھو اور اگر گرد و غبار ابر کی وجہ سے چاند دکھائی نہ دے تو شعبان کے تیس دن پورے کر لو، رمضان المبارک کے چاند کا ثبوت شرعاً ایک مسلمان یا عورت بالغ عادل یا مستور الحال کی گواہی سے ہو جاتا ہے، جس مقام پر شرعی ثبوت اس طریقہ سے نہیں ہوا، وہاں کے مسلمانوں نے تیس دن شعبان کے پورے کئے اور

اتوار کا روزہ نہیں رکھا۔ انہوں نے حدیث شریف کے مطابق و موافق عمل کیا،
تار، خط، ریڈیو، ٹیلیفون، اخبارات، جنٹری کے اعلان سے شرعی ثبوت نہیں
ہوتا، چونکہ چاند کا شرعی ثبوت اب مل گیا، لہذا عید کے بعد اتوار کے روزہ کی
قضا ضروری ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

نمبر 30:- ایک سوال کا جواب :

تار، ریڈیو، ٹیلیفون، وغیرہ آلات جدیدہ سے رویت ہلال کا ثبوت شرعاً
نہیں ہوتا، لہذا آپ کے ہاں جب کہ چاند نظر نہ آیا، اور نہ ہی کوئی شرعی
ثبوت پہنچا بلکہ ریڈیو کی خبر پر روزہ رکھا گیا، تو شرعی ثبوت نہ پہنچنے کی وجہ سے
اس دن کا روزہ رکھنا شرعاً آپ لوگوں پر فرض نہ تھا۔ وہ دن آپ کے نزدیک
مشکوک تھا۔ اور شک کے دن کا حکم یہ کہ ضحوہ کبریٰ یعنی زوال ختم ہونے تک
روزہ کی مثل رہیں اگر اس وقت تک چاند کا ثبوت ہو جائے تو رمضان کے
روزے کی نیت کر لیں، ورنہ کھاپی لیں۔ درمختار میں ہے، ولا یصرمہ
الخواص ویفطر غیرہم بعد الزوال بہ یفتی نفیاً لتہمة
النہی شرعی ثبوت روزہ رکھنے کے لئے ایک مسلمان مرد یا عورت بالغ
عادل ہو یا مستور الحال کی گواہی سے ہوگا شک کے دن اگر روزہ رکھ لیا تو
ضحوہ کبریٰ کے بعد عوام کھول دیں۔ اور خواص نہ کھولیں۔ تو مولوی صاحب
نے جو خود اپنا روزہ توڑا اور خواص کا توڑایا ہے تو اس نے خلاف شرع کیا
ہے، اس پر لازم ہے کہ توبہ کرے، اور عہد کرے کہ آئندہ شرعی مسئلہ بغیر
تحقیق کے لوگوں کو نہ بتائے گا۔ یہ اس صورت میں ہے، جب کہ مولوی

صاحب سنی صحیح العقیدہ ہو اور اگر امام دیوبندی مولوی ہے، تو دیوبندی شان الوہیت اور شان رسالت و شان ولایت میں نہایت بے ادب گستاخ بے باک ہیں، جس سے ان کی کتابیں بھری پڑی ہیں، اہلسنت پر دیوبندی مولوی کا قول لازم نہیں اور اہلسنت کی تمایزیں دیوبندی اماموں کے پیچھے ہرگز نہیں ہوتیں۔ اہلسنت پر لازم ہے کہ دیوبندیوں سے فتویٰ نہ لیں۔ اور نہ ہی ان کا وعظ سنیں اور نہ ہی ان کے پیچھے جمعہ، عیدین، تراویح، نماز پنجگانہ پڑھیں، دیوبندیوں کی عادت ہے کہ سنیوں کے مقابلے میں سنی عالم دین کو ذلیل و رسوا کرنے کے لئے جھوٹی کاروائی، مکر و فریب و غابازی کر لیتے ہیں، مولیٰ عزوجل ان سے بچائے، واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم و احکم بالصواب۔

سوال نمبر 31:-

بی بی صفراں بیوہ اپنی مرضی کے مطابق اپنی قوم بافندہ میں نکاح ثانی کرنا چاہتی ہے، نہ ماں ہے، نہ باپ دو برادر موجود ہیں، برادر اپنی مرضی کے مطابق نکاح کرنا چاہتے ہیں، صفراں بی بی اپنی مرضی سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ صفراں بی بی کے شوہر کی فوتگی کو عرصہ تقریباً دو ڈھائی سال ہو چکا ہے، اس کی عدت گزر چکی ہے، مینواتو جروا بالاجروا الثواب۔

الجواب:-

عاقلة بالغہ بغیر والی کی اجازت کے خود اپنا نکاح کفو میں کرے گی تو وہ نکاح شرعاً صحیح ہو جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے، الايمہ احق بنفسها من وليها ہدایہ میں ہے، وينعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة

برضا تھا وانما لم يعقد عليها ولی بکراً کانت او ثیباً
کنز الدقائق میں ہے، ونفذ نکاح حرة مکلفة بلا ولی۔ صورت
مسئولہ میں مسماة صفراں بی بی جبکہ بیوہ ہے، عاقلہ بالغہ ہے اور اس کی عدت
وفات بھی گزر چکی ہے، تو وہ اپنی مرضی کے مطابق اپنے کفو میں جہاں چاہے
شرعاً نکاح کر سکتی ہے، مسماة مذکورہ کے بھائی اس کی اجازت کے بغیر اس کا
نکاح کسی جگہ نہیں کر سکتے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 32:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک متقی
پرہیزگار نے اپنی لڑکی نابالغہ کا عقد نکاح مثلاً زید کے ساتھ کرایا اس خیال پر
کہ زید نیکو کار ہے، لیکن نکاح کرنے کے بعد یقینی طور پر معلوم ہوا کہ زید
فاسق تھا۔ اب تک بدکردار ہے، یہ نکاح کیسا ہے، لازم ہے یا غیر لازم
۔ بیو ابالکتاب توجروا بالشواہب۔

الجواب:-

باپ اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح کسی شخص سے اپنے کفو کے لحاظ سے کر دے کفو کی
شرط لگائی ہو، یا وقت عقد یہ سنایا ہو کہ یہ کفو ہے، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ کفو
نہیں تو لڑکی کے باپ کو حق فسخ حاصل ہے، درمختار میں ہے، اذا شرطو
الكفائة او اخبرهم بها وقت العقد فزوجوها على ذلك ثم
ظهر انه غير كفو كان لهما الخيار مگر بہت سی کتب فقہ میں اس کی
تصریح ہے کہ ایسا نکاح باطل ہے، تو نکاح گویا سرے سے ہوا ہی نہیں۔ جب

کہ نکاح ہوا ہی نہیں تو فسخ کی کیا ضرورت ہے، ردالمختار حاشیہ درمختار میں ہے، فالنکاح باطل بالاتفاق اگرچہ اس عبارت نے باطل کے معنی میں تاویل کی ہے۔ اس کے معنی سیبطل کے ہیں، جیسا ردالمختار حاشیہ درمختار میں ہے، مامر عن النوازل من ان النکاح باطل معناه انه سیبطل کما فی الذخیرہ، مگر ظاہر یہ ہے کہ شوہر کی طرف سے اگر ولی کو دھوکا دیا جائے تو اس صورت میں نکاح مطلقاً باطل ہے، ردالمختار میں ہے، الظاهر ان يقال لا یصح العقد اصلاً کما فی الادب انما جن و سکران الخ اس مسئلہ کی تفصیل درکار ہو تو اعطایا لنویہ فی الفتاوی الرضویہ کی طرف رجوع کیا جائے، اس میں اس مسئلہ کی تفصیل درج ہے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 33:-

عمر کی شادی ایسی جگہ ہوئی، جہاں کے مولوی صاحب کم علم رواج کے مطابق اس طرح نکاح پڑھاتے ہیں کہ مومنوں کی لڑکی کا نکاح فلاح بن فلاں سے کر دیا گیا قبول ہے، اس میں نام نہیں لیا گیا، لڑکے کو پہلے تو پتہ بھی نہ ہوا، اور قبولیت صرف ایک بار اور لڑکی کو کلمے نہیں پڑھائے لڑکی سے جب اجازت لی جاتی ہے تو وہ نہ ہاں کرتی ہے، اور نہ نا کرتی ہے، تو کیا شرعاً نکاح ہو گیا، جب طلاق میں تین دفعہ ضروری ہے تو نکاح اقرار ایک طرف خاموشی دوسری طرف ایک قبولیت سے مکمل ہوگا اگر نہیں اور نکاح کرانے والے مکمل سمجھیں تو کیا سلب کا سبب زنا ہوگا، اور بچے کس صورت میں اگر لڑکی شرم کی

وجہ سے نکاح کے وقت زبان سے اقرار نہیں کرتی تو کیا وجہ ہے کہ کوئی مجبوری میں منافقہ مزائیوں سے کام نکال لے تو بھی مسلمان نہ رہے، اور اسکا نکاح ٹوٹ جائے حالانکہ دونوں حالتوں میں ان کی تصدیق ہے۔

الجواب :-

نکاح میں لڑکی کا نام ضروری نہیں، بلکہ اس کا تعین ضروری ہے، جیسے فلاں بن فلاں کی سب سے بڑی لڑکی یا سب سے چھوٹی یا بڑی سے چھوٹی یا چھوٹی سے بڑی اگر خاوند کو اس کی بہن کا نام معلوم نہ ہو تو بھی کوئی بات نہیں، ہاں خاوند کے نزدیک بھی اس لڑکی کا تعین ضروری ہے، نکاح میں لڑکی یا لڑکے کی طرف سے ایک دفعہ ایجاب و قبول ہونے کافی ہے، تین دفعہ ایجاب و قبول کراتے ہیں۔ یہ بطور تاکید ہے، ضروری نہیں۔ شوہر تین طلاق کا مالک ہوتا ہے، شوہر اگر اپنی بیوی کو ایک طلاق دے تو ایک واقع ہوتی ہے، اور اگر دو دے تو دو اگر تین دے تو تین طلاقیں ہوتی ہیں، ایسا نہیں کہ تین دے تو ایک واقع ہو، ایجاب و قبول اور چیز ہے، اور طلاق دینا اور چیز ہے، لڑکی کنواری سے اس کا ولی یا ولی کا وکیل یا قاصد نکاح کی اجازت کے لئے گیا تو وہ خاموش رہی تو اس کا خاموش رہنا شریعت میں اقرار کے قائم مقام ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے لڑکی شبیہ یعنی لڑکی اگر کنواری نہ ہو تو اس کو زبان سے اقرار کرنا ضروری ہے، کلمہ کفر ایسی چیز ہے کہ جب انسان کسی اپنے فائدے کے لئے اور غرض کی بناء پر کہہ دے تو انسان شرعاً کافر ہو جاتا ہے، اور اس پر احکام کفر کے جاری ہوتے ہیں، شریعت مطہرہ نے منافقت،

غدارى، خيانت، كذب بىمانى، دروغ گوئى كو مٹايا هے، نكاح كے وقت باكره
يعنى كنوارى لڑكى كا نكاح كى اجازت ليتے وقت خاموش رھنا منافقت نھیں
هے، كفر نھیں هے، بلكه نكاح كى رضا و اجازت هے، اور ظاھر مرزائى قاديانى
بننا، سكھ، ھندو، انگریز بننا يہ اسلام سے كھلى دشمنى هے، مولىٰ عزوجل اخلاص و
ايمان دىانت، امانت ظاھرى باطنى دين كى حفاظت كى توفيق عطا فرمائے۔
لڑكے لڑكى كو نكاح كے وقت كلے پڑھانا ضرورى نھیں، جب كہ وہ پہلے
مسلمان ھیں كلے پڑھانا تو ايمان كى تازگى هے، واللہ تعالىٰ اعلم۔

سوال نمبر 34:-

كيا فرماتے ھیں علمائے دين اس مسئلہ ميں كہ عمرو كى دو بيوياں ھیں، مریم،
ہندہ۔ ہندہ كى بٹی خديجہ سے زيد نے نكاح كيا۔ زيد خديجہ كى موجودگى ميں
مریم سے نكاح كرنا چاہتا هے، حالانكہ زيد كا مریم كے ساتھ كوئى اور رشتہ نھیں،
جس كى وجہ سے حرمت ثابت ہو، بينوا تو جروا۔

الجواب:-

اس مسئلہ كے جواب سے پہلے يہ جاننا ضرورى هے كہ سوتیلی ساس سے نكاح
كرنے كے متعلق كيا حكم هے تو جاننا چاہئے، ساس كى حرمت اس وجہ سے
نھیں كہ وہ زوجہ كى ماں هے، بلكه اس لئے هے كہ وہ زوجہ كى ماں هے، سوتیلی
ساس ميں يہ وجہ نھیں لہذا اس كى حلت ميں شبہ نھیں، سوتیلی ساس سے بلاشبہ
نكاح شرعاً جائز هے، دوسرى بات يہ هے كہ وہ دو عورتیں كہ ان ميں سے جس
ايك كو بھى مرد فرض كریں دوسرى اس كے ليے حرام ہو ايسى دو عورتوں كو نكاح

میں جمع نہیں کر سکتا، جیسا کہ خالہ، بھانجی، اگر خالہ کو مرد فرض کریں تو ماموں بھانجی کا رشتہ ہوگا، اگر بھانجی کو مرد فرض کریں تو بھانجے خالہ کا رشتہ ہوگا، اس لئے خالہ بھانجی، کو نکاح میں جمع کرنا شرعاً حرام ہے، اور اگر دو عورتیں ایسی ہوں کہ ایک کو مرد فرض کریں تو دوسری اس کے لئے حرام ہو، اور اگر دوسری کو مرد فرض کریں تو پہلی حرام نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کو جمع کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں، اب صورت مسئلہ کہ اگر اس مرد مسکمی زید کی بیوی کو مرد فرض کریں، تو اس مرد کا سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہے، لیکن اگر اس مرد مسکمی زید کی سوتیلی ساس کو مرد فرض کریں تو ان کا آپس میں کوئی رشتہ نہیں، حاصل جواب یہ کہ صورت مسئلہ میں بر تقدیر صادق سائل زید کا نکاح خدیجہ کی موجودگی میں بلاشبہ جائز ہے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔ الجواب صحیح صورت مسئلہ میں زید کا نکاح اور خدیجہ کی سوتیلی ماں دونوں سے شرعاً جائز ہے، ان دونوں کا نکاح میں جمع کرنا منع نہیں ہے، حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مولیٰ علی شیر خدا کی صاحبزادی زینب بنت فاطمہ سے اور مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری بیوی لیلیٰ بنت مسعود سے نکاح کیا، دونوں کو نکاح میں جمع کیا، بخاری شریف کتاب النکاح میں ہے وجمع عبداللہ ابن جعفر بین ابنة علی وامراة علی، لیجئے صورت سوال کا جزیہ بخاری شریف میں مل گیا۔ والحمد للہ واللہ تعالیٰ رسولہ الاعلیٰ واحکم بالصواب۔

سوال نمبر 35:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان مرد کی شادی عیسائی عورت سے ہو سکتی ہے، جب کہ عیسائی خیال کی ہے اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا تصور کرتے ہیں، بینوا تو اجر والا۔

الجواب :-

بہار شریعت میں ہے یہودیہ اور نصرانیہ سے مسلمان کا نکاح ہو سکتا ہے، مگر چاہئے نہیں کہ اس میں بہت سے مفاسد کا دروازہ کھلتا ہے، (عالمگیری وغیرہ) مگر یہ جواز اسی وقت تک ہے جب کہ اس مذہب یہودیت یا نصرانیت پر ہو، اگر صرف نام کے یہودی یا نصرانی ہوں اور حقیقتہً نیچری اور دہریہ مذہب رکھتی ہو، جیسے آجکل عموماً نصاریٰ کا کوئی مذہب ہی نہیں تو ان سے نکاح نہیں ہو سکتا، اور نہ ان کا ذبیحہ جائز بلکہ ان کے ہاں ذبیحہ ہوتا ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم واحکم بالصواب۔

سوال نمبر 36 :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان کی شادی مرزائی عورت سے ہو سکتی ہے، جب کہ قرآن، حدیث طریقہ عبادت ایک ہی ہے، مرزائیوں کے علاوہ دوسرے فرقوں نے بھی بہت سی تاویلیں بنا رکھی ہیں، مگر رسالت اعلیٰ سے انکار نہیں کرتے، مرزائیوں اور دیوبندیوں کی کتابوں میں تحریر ہے، کہ سرور دو عالم خاتم النبیین کے درجہ اعلیٰ کی بنا پر اس مرزائیوں کے خیال میں مرزا مسیح یا مہدی ہے، دیوبندیوں کے خیال سے کوئی اور نبی آجائے تو جناب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے خاتم النبیین پر کوئی اثر نہیں

پڑتا، اور کلمہ اور سنت محمدی بتاتے ہیں تو کیا دیوبندی عورت سے بھی شادی کرنی ناجائز ہے، بینوا تو جروا۔

الجواب :-

مرزائی قادیانی یا لاہوری عقیدے والی عورت سے نکاح شرعاً جائز نہیں، کیونکہ مرزائی قادیانی ہوں یا لاہوری، کافر و مرتد ہیں، یونہی جس عورت جس عورت کا یہ عقیدہ ہو کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی شرعاً پیدا ہو سکتا ہے، حضور علیہ السلام کی شان میں بے ادبی و گستاخی جو بھی کرے کافر ہے، اسلام سے خارج ہے، دیوبندی ہو یا دوسرا۔ دیوبندی عورت سے بھی شرعاً نکاح نہیں ہوتا، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 37 :-

زید نے اقتصادی حالات کو انتہائی کمزوری و ملازمت و جگہ رہائش نہ ملنے کی مایوسی سے مرزائی کو دوست بنایا، اس کے پاس رہائش اختیار کی، اور اس دوست نے دوسرے مرزائیوں کے اصرار پر زید سے اپنے بیعت فارم پر دستخط کروائے، زید بظاہر مرزائی ہوا اور ان کے ساتھ نمازیں بھی ادا کیں، اس خیال سے کہ نماز خدا کی، اور الفاظ قرآن کے ہیں کیا فرق ہوگا، اپنے آپ کو اس مدت میں مسلمان ہی تصور کرتا رہا، ملازمت و رہائش و جگہ ملنے کے بعد زید نے مرزائیوں سے قطع تعلق کر دیا تو کیا وہ مسلمان رہا اور اس کا نکاح بیوی سے قائم رہے گا اگر نہیں تو دوبارہ ہو سکتا ہے، یا حلالہ کی ضرورت ہوگی، اگر نہیں تو نکاح کی صورت میں اسے عدت کے ایام کا خیال رکھنا

پڑے گا، اور وہ عرصہ کہ جب تک و نکاح نہ کرے، یا بہت عرصہ پہلے گزر چکا ہے، اس کا کفارہ ادا کرے، زید نے یہ معاملہ آجکل کسی کو نہیں بتایا، اس کے والدین بچے بیوی سب بے خبر ہیں نکاح ٹوٹ جانے کی صورت میں جیسا کہ زید نے بتایا اس کے مندرجہ بالا فعل سے قبل اس کی بیوی حاملہ تھی اور اس فعل کے بعد اس کو بیوی سے ملنے کا اتفاق ہوا اور اس نے بیوی سے مجامعت بھی کی کیا وہ بچہ جو ڈیڑھ دو ماہ کے بعد پیدا ہوا حرامزادہ نہ ہوگا، اور اس کے دو بچے اور ہیں، وہ کس صورت میں سمجھیں، زید اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا رہا ہے، اور نکاح کو بھی درست سمجھتا رہا، بیوی کو علم نہیں ہے، اس قسم کے بچوں کا نکاح مسلمان مرد یا عورت سے ہو سکتا ہے، ایسے بچے وراثت کے حقدار ہونگے، یہ معاملہ تھا، چار برس بعد اور دوستوں پر ظاہر ہوا ہے، اور دوستوں کی بحث انتہائی پیچیدہ سمجھی گئی ہے جس کا ذکر کر دیا گیا، یہ اور ضروری سمجھا گیا کہ کسی ایسے مفتی سے اس کا فیصلہ ہو، اس معاملہ میں شریعت مجرم کی بھول غلطی یا کم علمی کی جس حد تک بھی حمایت ہو سکے، بہت غور سے فتویٰ سے مستفیض فرمادیں، زید اس بحث سے نفسانی طور پر بیمار ہو گیا ہے، مینوا تو جروا۔

الجواب :-

زید سے جبکہ مرزائی کے بیعت فارم پر دستخط کرائے تو زید کافر و مرتد ہو گیا، زید اسلام سے باہر ہو گیا، اور مرزائی ہو گیا، اس کی نماز شرعاً نماز نہیں اور اس کا اپنے آپ کو مسلمان تصور کرنا غلط اس کی بیوی نکاح سے باہر اس کی بیوی اگر

زید مرزائی ہونے پر بے خبر رہی تو وہ معذور ہے، زید کی بیوی کو جو حمل زید کے مرزائی ہونے سے پہلے ہوا اس حمل سے جو بچہ پیدا ہوگا۔ وہ جائز اولاد سے ہے، زید نے مرزائی بننے کے بعد جو مجامعت کی تو قطعاً حرام مگر جو بچہ ڈیڑھ دو ماہ کے بعد پیدا ہوا تو اس بچہ کو حرام زادہ نہیں کہا جائے گا، کیونکہ اس بچہ کا وجود اس کے مرزائی ہونے سے پہلے ہو چکا تھا۔ ہاں اس نے جو مجامعت کی وہ حرام ہے، پہلے بچے کے بعد جو دو بچے پیدا ہوئے وہ حرام اور زنا کے ہیں، کیونکہ نکاح ٹوٹ چکا تھا۔ اس لئے وہ دو بچے حرام کاری، و زنا و بدکاری سے ہوئے اور اس کے بچے بچیاں مسلمان رہیں گے، تو ان کا نکاح مسلمان عورت مسلمان مرد سے جائز ہے، ایسے بچے جو حرام کاری و بدکاری سے ہیں وہ ثابت النسب نہیں ہیں، ان کا چونکہ شرعاً باپ نہیں لہذا ایسے بچے ماں کی وراثت کے حقدار ہیں، ماں کے توسط سے جتنے رشتہ دار ہونگے شریعت کے مطابق ایسے بچے ان رشتہ داروں کے ورثاء ہونگے، ان کی وراثت کے شریعت کے مطابق حقدار ہونگے، مسئلہ صورت واقعی پیچیدہ ہے، اور اس پیچیدگی کا حل یہ ہے کہ وہ شخص جلد از جلد مرزائی مذہب سے توبہ کر لے نئے سرے سے کلمہ اسلام پڑھے تجدید اسلام کرے حرام کاری سے توبہ کرے، تو اس کے بعد اپنی سابقہ بیوی سے دوبارہ نکاح کرے، حلالہ کرنے کی یا عدت گزارنے کی اس میں ضرورت نہیں۔ دو مسلمان گواہوں کے سامنے اس شخص میں اور اس کی بیوی میں ایجاب و قبول ہو جائے، یا کسی نکاح پڑھانے والے مسلمان سے شرعی گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول

کرائے تو نکاح ہو جائے گا۔ اس شخص پر فرض ہے کہ اپنی بیوی سے معافی مانگے، کیونکہ اس نے اپنی سابقہ بیوی کی عصمت دری کی ہے، اس سے حرام کاری کی ہے، اور اس بیچاری کو شوہر کے مرزائی ہونے کا علم نہیں، چونکہ وہ لاعلم رہی لہذا اس حرام کاری کی وجہ سے وہ گنہگار نہ ہوئی مگر اس شخص کا عذر جہالت ایسے قضیہ میں مقبول نہیں تو بہ کرے مسلمان ہو جائے، اپنی بیوی سے دوبارہ شریعت کے مطابق نکاح کرے بس قضیہ ختم ہے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 38:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکر کی بارات جب اس کے سرال پہنچی تو اس وقت معلوم ہوا کہ بکر آباء و اجداد و دیگر اعزہ مرزائی ہیں، لڑکی والوں نے نکاح دینے سے انکار کیا، بے عزتی یا حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے بکر سے کہلوایا گیا، کہ وہی خیال ہے جو اہلسنت کا مرزائیوں کے خلاف ہے، اور نکاح کر دیا گیا، بکر بعد میں کیا رہا، پتہ نہیں کیا یہ نکاح درست رہا یا کہ نہیں، مینو اتوجروا۔

الجواب:- بکر جب کہ مرزائی تھا تو لڑکی والوں پر فرض تھا کہ اس سے توبہ کراتے اسے کلمہ پڑھاتے اس کو مسلمان کراتے قادیان و جال سے بیزاری کراتے، صرف اتنی بات کہنے سے مرزائیوں کے خلاف بکر کا وہی خیال ہے جو اہلسنت کا ہے، صرف اتنی بات سے اس کی توبہ قبول نہ ہوگی، تو نکاح کیسے درست ہوگا۔ اور اگر بکر کو نکاح کے وقت مسلمان کر لیا تھا تو نکاح درست ہے

واللہ تعالیٰ اعلم۔

نمبر 39:- ایک سوال کا جواب :

جس عورت کا نکاح پہلے ہو چکا ہو جب تک اس کا شوہر اس کو طلاق نہ دے اور رعدت نہ گزرے جب کہ عورت مدخول بہا ہو، یا عورت فوت ہو جائے اور عدت نہ گزرے اس عورت کا نکاح دوسری جگہ ہرگز نہیں ہو سکتا اگرچہ دھوکے سے نکاح کر دیا گیا ہو، ایسا جعلی نکاح ہونے کے بعد اس بناوٹی شوہر اور جعلی بیوی پر فرض ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں، اگر غیر کی بیوی سے نکاح کر لیا جائے اور اس مرد کو اس عورت کے پہلے نکاح کا علم نہ ہو تو یہ نکاح فاسد ہے، لیکن جو اولاد ہوگی صحیح ہے، کہ اولاد کا نسب اس آدمی سے ثابت ہوگا، جب کہ وقت دخول سے چھ ماہ کے بعد اولاد ہو، درمختار حاشیہ درج میں ہے، (نکاحا فاسد)..... ونکاح امرأۃ الغیر بلا علم بانھا متزوجة اور نیز اس میں ہے، ثم الحكم انه نكرفى البحر هناك انه تعتبر مدت النسب وهى ستة اشهر من وقت الدخول عبد محمد وعليه الفتوى..... والمشاخ افتو بقول محمد صورت مسئلہ میں جب ظاہر ہو گیا کہ اس عورت کا نکاح پہلے جبکہ تھا، تو اس مرد و عورت پر فرض ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں، لیکن جو اولاد وہ اس آدمی کی ہے، اور اس عورت کے ان بچوں کی پرورش کے اخراجات اس مرد پر ہیں، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر 40:- ایک سوال کا جواب :

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمرہ جوئیہ کلابیہ سے نکاح فرمایا اور اسما بنت نعمان جوئیہ کفدیہ سے نکاح فرمایا، مواہب الدنیہ اور اس کی شرح زرقانی میں ہے، الثالثة عمرہ بفتح العین بنت یزید ابن الجون بفتح الجیم الکلابیہ وقیل عمرہ بنت یزید بن عبید ابن اوس بن کلاب الکلابیہ وقال ابو عمر بن عبدالبرو هذا اصح فی نسبها تزو جها صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (الی ان قال) فطلقها اور نیز مواہب لدنیہ وزرقانی میں ہے، الرابعة اسماء بنت نعمان بن جون وہی الجونۃ وردی البخاری ان بنت الجون لما دخلت علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ودنا منها قالت اعوذ باللہ فقال لها لقد عدت بعظیم الحقی یاہلک قال ابو عمر ابن عبدالبرا جمعوا علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تزو جها نیز اسی میں ہے، قیل اسمها امیمة بنت شرحبیل فلما ادکلت علیہ سبط یدہ اطيها فكانها کرہت ذلك نامر یا اسیدان یحضرها ویکسوها ثوبین الخ مواہب لدنیہ صفحہ 262 جلد 3 مذکورہ بالا عبارتوں سے واضح ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمرہ جوئیہ سے نکاح فرمایا اور اسما، جوئیہ یا امیرہ یا امامہ سے نکاح فرمایا ان کے نام میں اختلاف ہے، بعض فرماتے ہیں ان کا نام اسما ہے بعض فرماتے ہیں امیرہ

بعض فرماتے ہیں امامہ اسی لئے ان تینوں ناموں کا ذکر ایک ہی جگہ کیا ہے، جب نکاح ثابت ہے تو پھر کیا اعتراض۔ شیعہ روافض کی زیادتی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض کرتے ہیں۔

مکرمی مولانا صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مولوی عبدالغنی صاحب کی طرف آپ نے جو خط ارسال کیا تھا، اس کا مطالعہ کیا، اس میں آپ نے جن شبہات کا ذکر کیا ان کا جواب ذیل میں عرض کیا جاتا ہے، اس کا منتظر غائر مطالعہ کریں، بخاری شریف کتاب الطلاق صفحہ 76 جلد 2 حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمائی، اس پر شیعہ بے دین نے اپنی کم فہمی اور کور باطنی سے جو اعتراض کیا اس کا جواب تسلی بخش، تسکین دہ روانہ کیا گیا، اس جواب کو اور بخاری شریف کو اگر شیعہ ایمانی نظر سے دیکھتا اور آپ بھی غور سے مطالعہ نہ کرتے تو تسلی پاتے، اور شبہات میں نہ پڑتے جواب میں مواہب لدنیہ زرقانی کے حوالوں سے بتایا گیا تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نیہ امیہ بنت النعمان بن شرجیل سے نکاح فرمایا پھر طلاق دے کر زوجیت سے خارج فرمایا، شیعہ بے دین اور آپ پر لازم تھا کہ جب زرقانی کے حوالہ سے نکاح پر علماء کے اجماع و اتفاق کا ذکر کیا گیا تو اس اجماع کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے، اور اپنی توہمات باطلہ کی پیروی میں اجماع علماء کی بے قدری نہ کرتے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اجماع دین میں یقینی حجت ہے، آپ نے اپنے خط میں یہ شبہ پیش کیا کہ نہ راوی حدیث نے

نکاح کا ذکر کیا، اور نہ امام بخاری نے تو اس سے ثابت کیا کہ نکاح ہوا ہی نہیں سراسر غلط ہے، چند وجود سے اعتبار کے ناقابل التفات

1:- عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں امام بخاری و راوی حدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اگر آپ کے خیال میں نکاح کا ذکر نہیں فرمایا تو کیا حرج ہے، جس مسئلہ پر اجماع و اتفاق ہے اس کا ہر کتاب میں مذکور ہونا کیا ضروری، عدم ذکر سے عدم وجود سمجھنا کہاں کی عقلمندی نظم قرآن میں تو تعداد رکعات نماز، مقدار زکوٰۃ ذکر نہیں کیا گیا، تو کیا جناب کے خیال میں تعداد رکعات کا نفس الامر میں وجود نہیں، نفس الامر میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے کم و بیش ہیں مگر قرآن کریم کے نظم میں سب کا ذکر نہیں تو کیا مذکورین فی القرآن کے علاوہ سب کے وجود سے آپ منکر ہیں، العیاذ باللہ تعالیٰ۔

2:- طلاق نکاح کی فرخ ہے، نکاح کے بغیر طلاق کا کوئی مفہوم ہی نہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو کتاب الطلاق میں ذکر فرمایا کہ اس امر کو واضح کر دیا کہ میرے نزدیک بھی یہ عورت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت کے شرف سے نوازی گئی، نیز اس حدیث سے پہلے حدیث (جس کی روایت حضرت ام المؤمنین صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمائی) میں صراحتہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت جو نبی کو الحقیقی باپ فرمایا کہ طلاق بائندہ فی، اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ عورت حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی منکوحہ نہیں تھی تو اٹھی باہلک کی روایت کا کیا مطلب بنے گا، بغیر نکاح بھی طلاق ہوا کرتی ہے، اس عورت کو اگر قبل دخول طلاق دی جائے تو وقت عقد یا بعد عقد اگر مہر کا تعین نہ ہوا ہو تو کپڑوں کا ایک جوڑا دینا واجب اور تعین کے ہونے کی صورت میں مستحب امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث میں ذکر فرمایا، اکسہار از قین والحقھا باھلھا۔ اے ابوسعید اس عورت جو نیہ کو کپڑوں کا جوڑا دے کر اس کے اہل تک پہنچا دو اگر یہ عورت حضور علیہ السلام کی منکوحہ نہ تھی تو جوڑا دینے کا کیا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جوڑا محض تبرع کے طور پر دیا گیا ہو لیکن یہ دیگر دلائل نکاح قائم ہونے کی وجہ سے وجہ مذکور پر محمول کرنا ہی انب والیق ہو۔

3:- آپ کا یہ کہنا کہ امام بخاری اور راوی حدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نکاح کا ذکر نہیں کیا و انتہم سکاری کو چھوڑ کر لا تقرب الصلوۃ کی رٹ لگانے کے مترادف ہے، کیونکہ بخاری شریف کی اس حدیث کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صراحۃً نکاح کا ذکر فرمایا، الفاظ حدیث کے یہ ہیں، تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم امیمة بنت شراحیل بخاری صفحہ 790 جلد 2۔ آپ نے حدیث کے ابتدائی الفاظ کا مطالعہ تو کر لیا اور حدیث کے دوسرے ٹکڑے کو بالکل نظر انداز کرتے ہوئے بخاری شریف پر اعتراض جڑ دیا۔ رہا یہ شبہ کہ اگر نکاح ہو چکا تھا تو اس عورت نے اعوذ باللہ منک کیوں کہا جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ آپ نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو عامۃ الناس کی مثل

سمجھ کر یہ اعتراض کیا کہ جیسے ماوشما نکاح میں ایجاب و قبول کے اور عورت یا اس کے ولی کی اجازت کے محتاج ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے ہی ہیں۔ حالانکہ یہ عقل و نقل کے خلاف ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہان کے مالک باذن اللہ ہیں، سارا جہان اور ساری خدائی حضور کی مملوک، مالک مملوک سے اجازت نہیں لیتا، جب چاہے جہاں چاہے اپنی مملوک اشیاء میں تصرف کرے، سرکار دو عالم جس عورت سے نکاح فرمانا چاہیں اس کی یا اس کے ولی کی اجازت کے قطعاً محتاج نہیں۔ عورت میں رغبت فرمانا ہی آپ کے حق میں نکاح ہے، عورت کو اس کا علم نہ ہو یا عمدۃ القاری شرح بخاری صفحہ 534 جلد 9 پر ہے، لہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یتزوج من نفسه بلا اذن المرأة ولیها، اسی طرح علامہ

قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا حاشیہ نمبر 11 بخاری صفحہ 790 جلد 2 جب یہ امر ثابت مرہمن ہو چکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطور خود عورت سے اجازت لئے بغیر اپنا نکاح فرما سکتے ہیں، تو کیا بعید کہ یہ نکاح بھی اسی طریق پر ہوا ہو۔ اور عورت نے نکاح کا علم نہ رکھنے کی وجہ سے اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچاننے کی بنا پر اس قسم کا روکنا جواب دیا ہو، چنانچہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری میں صفحہ 535 جلد 9 پر تصریح فرماتے ہیں، لم تعرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکانت بعد ذلك تسمى نفسها بالشقیة۔ اس عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا ہی نہ تھا، اور بعد میں یہ اپنے آپ کو بد بخت کہا کرتی تھی، بخاری

شریف صفحہ 542 جلد 2 میں ہے، کہ اس عورت نے جب یہ جواب دیا تو اس سے پوچھا گیا، اتدرین من هذا قالت لا قالوا هذا رسول الله صلى الله عليه وسلم، کیا تو جانتی ہے، کہ یہ کون ہیں عرض کی نہیں، فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں پھر عورت نے کہا انا اشقی من ذلك

میں تو پھر بڑی بد بخت ہوئی کہ آپ کی ذات اقدس کو اس قسم کا جواب دیا، اور شرف زوجیت سے نوازے جانے کے بعد محروم القسمۃ بنی۔ رہا آپ کا یہ اعتراض کہ اگر نکاح ہو چکا تھا، تو آپ نے ہبسی نفسک کیوں فرمایا سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے طلب اجازت برائے نکاح مقصود نہیں بلکہ اخلاق کریمانہ کے طور پر محض اس عورت کے دل کو خوش کرنے کے لئے یہ الفاظ استعمال فرمائے تاکہ یہ سمجھے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس قدر مقبول بارگاہ بنایا ہوا ہے، کہ باوجودیکہ میں محض آپ کے ارادہ و رغبت سے منکوحہ ہو چکی ہوں پھر بھی آپ مجھ سے فرماتے ہیں، ہبسی نفسک چنانچہ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تطیب القلبہا، حاشیہ بخاری نمبر 11 صفحہ 290 جلد 2 عمدۃ القاری صفحہ 734 جلد 9 پر بھی یہ مضمون موجود ہے کہ ہبسی نفسک طلب اجازت نکاح نہیں فرمایا بلکہ تطیب قلب کے لئے اس کی مثال یوں سمجھئے، کہ ہم جو صدقات واجبہ یا نافلہ اہل حاجت کو فی سبیل اللہ دیتے ہیں، اس سے ہمارا مقصود صدقہ واجبہ میں بری الذمہ ہونا اور نافلہ میں صرف ثواب حاصل کرنا ہے، کسی کو فرض کے طور پر

ہرگز نہیں دیتے، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اسے قرض فرمایا ہے،
 فاقترضوا اللہ قرضاً۔ من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً۔ یہ
 بھی محض تطیب قلب کے ہے، آپ نے سوقیہ کا معنی بازاری شخص کیا ہے،
 حالانکہ یہ ترجمہ لفظ سوتی کا ہے، سوقیہ کا معنی رعیت ہے، واحد ہو یا جماعت
 لہذا کتب شیخنا شیخ الحدیث قدوة العارفین العلامة ابوالفضل محمد سردار احمد
 القادری الرضوی الچشتی البریلوی لازالت شمس افضالہ طالعہ علی حاشیہ
 البخاری سید الکرمیمہ جونہ امیمہ بنت انعمان جونہ صحابیہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ
 عنہا ان سے حضور علیہ السلام کی شان میں قصداً گستاخی نہیں ہوئی کہ گرفت
 ہو، آپ کو نہ پہچاننے کی وجہ سے خطا ہوئی بعد میں بے حد نادم اور شرمندہ
 ہوئیں، اور اپنے آپ کو بد بخت کے الفاظ سے یاد فرمانے لگیں، ان کی شان
 میں یا ان کے علاوہ کسی اور صحابی یا صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں
 گستاخی تبرا ہے، اور گستاخی کرنے والا رافضی مجھے بے حد افسوس ہے کہ آپ
 نے اس خط میں شبہات کے ضمن حضرت جونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بے
 ادب اور بے تہذیب نالائق جیسے ناپاک و ملعون الفاظ کہہ کہ اپنے رافضی
 ہونے کا ثبوت دیا۔ مولانا غوث بخش صاحب (اللہ تعالیٰ آپ کو سنی بنائے
 روافض کے ناپاک خیال سے بچائے)، یہ کام تو شیعہ ملعونہ کا ہے، یا وہابیہ،
 دیا بند مخذولہ کا کہ صحابہ کرام و محبوبان حق رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی شان میں
 ان کے مقدس خیالات کو قلت فہم کی بنا پر سمجھنے کے لئے فوراً اعتراض جڑ کر
 اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضگی کا موجب بنتے

ہیں، آپ کو چاہئے تھا کہ شیعہ ملعون کو راغب الی السنۃ کرتے نہ کی اس کی محبت کے اثر سے خود اس کی طرح صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گستاخی کر بیٹھتے، آپ کے دادا کی شان میں آ کر آپ کے والد صاحب کوئی بے ادبی کا کلمہ کہہ دیں تو میرے خیال میں اگرچہ آپ کے والد نے قصد ایسا کیا ہو اور شرمندہ بھی نہ ہوئے ہوں تو بھی آپ اپنے والد صاحب کو ان کے احترام کو پیش نظر رکھتے ہوئے، ایسے ملعون الفاظ سے یاد نہ کریں گے۔ تو یہ کیا وجہ ہے کہ ایک صحابیہ کی شان میں گستاخی کر کے حق و دیانت کا خون کر رہے ہیں، پھر کہاں آپ کے باپ کی عزت اور کہاں صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی، لاکھوں عزتیں اور کروڑوں شرافتیں صحابیہ کی خاک پا پر قربان و نثار ہیں، اب مضمون کو ختم کر کے آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ ضرور اور جلدی توبہ کریں، اللہ تعالیٰ توفیق دے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر 41:- ایک سوال کا جواب :

صورت سوال سے ظاہر یہ ہے کہ اس نکاح خواں کو یہ علم تھا کہ موقع ضرور محل اشباہ ہے، اس مولوی نکاح خواں نے بار بار تکرار کیا، اس عورت کے رشتہ دار سابقہ نکاح پر متفق ہیں تو مولوی صاحب کو ضرور احتیاط برتنا تھا، دوسرا نکاح ہرگز نہ پڑھانا تھا۔ یہ اس مولوی نے بڑی سخت غلطی کی اور اپنی عزت کو خود خطرے میں ڈالا اس مولوی پر لازم ہے کہ اپنی اس ناجائز حرکت سے توبہ کرے، ورنہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اگر نکاح خواں مولوی تفتیش کرے اور اسے اطمینان بھی ہو جائے اس کا پہلے نکاح نہیں تو اس صورت میں نکاح

پڑھنا جرم نہیں۔ مگر جب کہ اس کا چرچا ہو کہ اس عورت کا پہلے نکاح ہے تو اس صورت میں احتیاط لازم ہے، اور اس مولوی نکاح خواں نے احتیاط نہیں کی، نکاح نہیں ہے، یہ نفی ہے، اور نفی پر گواہی گزارنے کا کیا مطلب اور اگر وہ مولوی دیوبندی ہے، وہابی عقیدے کا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز جائز نہیں نمازیوں پر لازم ہے کہ سنی صحیح العقیدہ پابند شریعت مطہرہ کو امام رکھیں اور اس کے پیچھے نمازیں ادا کریں، اور صورت مذکورہ میں اگر گواہوں نے جھوٹی گواہی دی ہے تو ان پر لازم ہے کہ توبہ کریں، جھوٹی گواہی دینے والا سخت گنہگار ہے، اور مستحق نار ہے، اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق عطا فرمائے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 42:-

ایک لڑکی نے خود بخود اپنا نکاح کر لیا، یہ نکاح ہوا یا نہیں بالغ لڑکی کے خود مختار ہونے کا ثبوت کیا ہے، اور مشکوٰۃ شریف کی صحیح حدیث ہے، ایما امر لہ نکحت بغیر اذن ولیہا فنکاحها باطل باطل باطل، کا مطلب کیا ہے، مینواتو جردا۔

الجواب:-

اگر وہ لڑکی نکاح کے وقت بالغ تھی اور یہ نکاح اس نے اپنے کفو میں کیا تو شرعاً یہ نکاح صحیح و نافذ ہو گیا، اب شوہر کی زندگی میں بغیر طلاق حاصل کئے اور بغیر عدت گزرنے جبکہ وہ عورت مدخول بہا ہو، دوسری جگہ ہرگز نکاح نہیں کر سکتی، فقہ حنفی میں حرہ عاقلہ بالغہ کے خود مختار ہونے کے متعلق جو مذکور ہے،

اس کا ثبوت سنئے، قرآن مجید و فرقان حمید میں اللہ عز و جل ارشاد فرماتا ہے،
 فلا جناح عليهما فيما فعلا في انفسهن اور فرماتا ہے، حتیٰ
 تنكح زوجاً غيره اور فرماتا ہے، ان ينكحن ازواجهن اصناف
 العقد اليهن في هذه الايات قدل انها تملك المباشرة حدیث
 شریف میں ہے، الایم احق بنفسها من ولیها والایم اسم
 الامراة لا زواج لها بکرا کانت او ثیبا وقال صلی اللہ علیہ
 وسلم لیس للولی مع الثیب امر و حدیث الخشاء حیث قالت
 بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولكن اردت ان
 تعلم النساء ان لیس الی الالباء من امور بناتہم شئی وعن
 عمرو علی وابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جواز النکاح
 بغیر ولی۔ آپ کی پیش کردہ حدیث ایما امراة نکحت نفسها الخ
 کے کئی جواب ہیں۔

1:- اس حدیث میں سلیمان ابن موسیٰ راوی ہیں جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
 اور دیگر محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں، فی للمعات قد ضعفه
 البخاری وقال النسائی حدیثه شئی وقال احمد فی رواية
 ابی طالب حدیث عائشه لانکاح الابوی لیس بالقوی۔

2:- یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے، اور انہوں نے خود
 اپنی بھتیجی حفصہ کا نکاح اپنے بھائی عبدالرحمن کی عدم موجودگی میں کیا، جو اس
 حدیث کے عدم صحت پر دلالت کرتا ہے، محیط سرخی میں ہے، والہذا تبیین

ان مارود عن عائشه رضی اللہ تعالیٰ عنہا غیر صحیح لا
ن فتویٰ الراوی بخلاف الحدیث وهذا الحدیث، لمعات میں
ہے، وقال فی رواية حرب لا یصح الحدیث، عن عائشه
زوجت بنات اخیها۔

3:- اس حدیث کا دار و مدار حدیث زہری پر ہے، انہوں نے اس حدیث کا
خلاف کیا، اور بغیر ولی کے نکاح کو جائز رکھا،

4:- یہ حدیث عموم الخصوص عنہ البعض ہے، اشعة اللمعات میں ہے، بر تقدیر
صحت مراد غیر بالغہ است وایں عام مخصوص است بدلائل دیگر محیط سرخی میں
ہے، ہو محمول علی الامة اذ ازوجت نفسها بغیر اذن مولاها
او علی الصغیرة او علی المجنونة۔

5:- مستحب یہ ہے کہ عاقلہ بالغہ کی اجازت کے بغیر نکاح نہ کرے محیط سرخی
میں ہے، او علی بیان النداب ان المستحب ان لا تیاشر المرأة
العقد: واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 43:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں نکاح و نہ شہ جائز ہے یا نہیں، اس
کا کافی جواب ہونا چاہئے، کیونکہ ہمارے علاقہ میں ایک وہابی نجدی چک
نمبر 40 میں ایسے نکاح فصخ کرتا رہتا ہے، اور دلیل دیتا ہے لا شغار فی
الاسلام لہذا اس مسئلہ کا بہت شور پڑ چکا ہے غور فرما کر بادلائل موثق جواب
ارسال فرمائیں اور ایسے فصخ نکاح کرنے والے کو کیا سزا ہونی چاہئے،

جواب جلدی دیں بینوایا لصواب والتفصیل تو جروا۔ بالا جرا الجزیل۔

الجواب :- شغار کا مطلب شرعاً یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی لڑکی یا بہن کا نکاح دوسرے سے کر دے اور وہ دوسرا اپنی لڑکی یا بہن وغیرہ کا نکاح اس سے کر دے اور ہر ایک کا مہر شرعی نہ ہو بلکہ نکاح کے بدلہ میں نکاح ہی مہر ہو ایسا کرنا گناہ و منع ہے، لیکن نکاح منعقد ہو جائے گا، اگر مہر علیحدہ علیحدہ مقرر کر کے نکاح کئے گئے تو نکاح شغار میں داخل نہ ہوئے، مرقاة شرح مشکوٰۃ میں ہے، قال صاحب الهدایة اذا زوج الرجل ابنته علی ان یزوجه الزوج ابنته او اخته لیكون احدا العقدین عوضاً عن الاخری صدرتاً فیہ قال ابن الہمام وانما قیدہ لانه لو لم یقل علی ان یکون بضع کل صداقاً لاخری او معناه بل قال زوجتك بنتی علی ان تزجنی بنتک ولم یزد علیہ فقیل جاز النکاح اتفاقاً ولا یکون شغراً، رد المحتار میں ہے۔ قال فی النہر وهوان بشاغرای بزوجہ حریمتہ علی ان یزوجه الا حر حریمتہ ولا مہر الا هذا کذا فی المغرب علی ان یکون بضع کل صداقاً من الآخر وهذا القید لا بد منه فی مسمى الشغار حتی لو لم یقل ذلك ولا معناه بل قال زوجتك بنتی علی ان تزجنی بنتک فقیل او علی ان یکون بضع بنتی صداقاً البنتک فلم یحل الاخر بل زوجہ بنتہ لم یکن شغراً بل نکاحاً صحیح اتفاقاً نیز ان میں ہے، وحاصله انہ

مع ایجاب مهر المثل لم یبق شغار احقیقة۔ عمدة الرعایا میں شغار کے متعلق لکھا ہے، وہو ان بخلو النکاح عندالمهر من الطرفين هو انکاح حریمۃ الاخر فلولم یکن هذا فلیس بشغار کان یذکر المهر مع شرط ان یشترطه مزلیته لا بذکر المهر ولا یجعل انکاحه مهر ابل بشرط علحدۃ کذا فی النهر ہدایہ میں شغار کی تعریف کرنے کے بعد فرمایا فالعقدان جائز ان بدائع الصنائع میں ہے، والنکاح صحیح عندنا۔ پاکستان میں بیہ کارشتہ جو کیا جاتا ہے، وہ شرعاً نکاح شغار میں داخل نہیں ہے، کیونکہ عموماً اس قسم کے نکاح علیحدہ علیحدہ مہر مقرر کر کے کئے جاتے ہیں، ہمارے نزدیک نکاح شغار بھی منعقد ہو جاتا ہے، اگرچہ ایسا کرنا گناہ ہے، جیسا کہ ایام حیض میں عورت کو طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، مگر ایام حیض میں طلاق دینا گناہ ہے، جب یہ نکاح شرعاً صحیح منعقد ہو تو اس نکاح کو شوہر کے علاوہ کوئی فسخ نہیں کر سکتا وہ عورت بدستور اپنے شوہر کی بیوی ہے، وہابی شان الوہیت، و شان رسالت و شان ولایت میں بے ادب گستاخ ہیں، مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کی مجلس میں نہ بیٹھیں اور نہ ہی ان کے وعظ سنیں اور ان سے شرعی فتویٰ بھی حاصل نہ کریں بلکہ شرعی فتویٰ کسی سنی صحیح العقیدہ عالم دین سے دریافت کریں، موٹی عزوجل شریعت پر چلنے کی توفیق دے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعظم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کنواری عورت نے زنا کیا اب وہ حاملہ ہے اس وقت اس کی شادی جائز ہے یا نہیں مطلع فرمادیں۔ بینواتوجروا۔

الجواب :-

جس کنواری عورت کو زنا کا حمل ہو اس سے حالت حمل میں شرعاً نکاح ہو سکتا ہے، پھر جس سے نکاح کیا اسی کا حمل ہے تو وضع حمل سے پہلے بھی وہ اس سے وطی کر سکتا ہے، اور اگر دوسرے کا حمل ہے اب جب تک بچہ پیدا نہ ہو لے تو شوہر کے لئے وطی جائز نہیں۔ ہدایہ میں ہے وان تزوج حبلی من زنی جاز النکاح ولا یطاہا حتی تضع حملها، تبیین الحقائق میں ہے، هل تزوج الحبلی من الزفا ولا یحل تزوج الحبلی من غیرہ۔ بدائع الصنائع میں ہے، علی هذا یرج ما اذا تزوج امرأة

حاملًا من الزنا انه یجوز من قول ابی حنیفہ و محمد ولكن لا یطاہا حتی تضع درمختار میں ہے، صح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیرہ ای الزنا..... وان حرم وطوها ودواعیہ (حتی تضع) نیز اس میں ہے، لو نکحها الزانی حل له وطوها اتفاقاً لہذا صورت مسئلہ میں نکاح ہو جائے گا، اس لئے اب نکاح کرنا جائز ہے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر 45 :- ایک سوال کا جواب :

خاوند کے مجنون ہونے کی وجہ سے شرعاً نکاح فسخ نہیں ہو سکتا، بہار شریعت

میں درمختار کے حوالہ سے تحریر فرمایا اگر شوہر میں کسی قسم کا عیب ہے مثلاً جنون، جذام۔ برص یا عورت میں عیب ہو کہ اس کا مقام بند ہو یا اس جگہ گوشت یا ہڈی پیدا ہو گئی ہو تو فسخ کا اختیار نہیں۔ رہی یہ بات کہ مرد عنین ہے، تو عنین کا حکم یہ ہے کہ عورت قاضی شرح کے سامنے خاوند کے عنین ہونے کا دعویٰ کرے۔ قاضی خاوند کو بلا کر پوچھے اگر خاوند عنین ہونے کا اقرار کرے تو قاضی اس کو ایک سال کی مہلت دے اگر سال کے اندر شوہر نے واپس کر لی تو عورت کا دعویٰ ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر (سال تک) جماع نہ کیا اور عورت جدائی کی خواستگار تو قاضی اس شخص عنین کو طلاق دینے کو کہے اگر طلاق دیدے تو بہتر ورنہ قاضی میاں بیوی کے درمیان تفریق کر دے بہر صورت صورت مذکورہ میں وہ عورت بدستور اپنے اسی خاوند کی بیوی ہے، دوسری جگہ بغیر صورت مذکورہ بالا کے کسی جگہ نکاح نہیں کر سکتی بغیر صورت مذکورہ کے دوسری جگہ نکاح کرنے والے کرانے والے دیدہ دانستہ گونا گونے والے مجلس نکاح میں شریک ہونے والے سب گناہگار ہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 46:-

مولوی سردار احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ السلام علیکم ہم آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں، اس کا جواب دیں، کیا ایک مرد کے نکاح میں اس کی عورت کی بھتیجی آ سکتی ہے، اگر نہیں آ سکتی تو اس کے متعلق کیا ہے، نیز اگر اس مرد کا اس کی عورت کی بھتیجی سے ناجائز تعلق باثبوت ثابت ہو جائے تو پھر

نکاح باقی رہ سکتا ہے،

الجواب :-

اپنی بیوی کی موجودگی میں بیوی کی بھتیجی سے ہرگز نکاح نہیں ہو سکتا، حدیث پاک میں ہے، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فہی ان تنکح المرأة علی عمتھا او العمة علی بنت اخیھا اپنی عورت کی بھتیجی سے ناجائز تعلق ہونے کی وجہ سے اس عورت کے نکاح میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ مگر یہ ناجائز تعلق شرعاً بہت بڑا جرم ہے، اور وہ مرد شدید ترین گناہگار مستحق نار لائق غضب و قہر قہار ہے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 47 :-

بہشتی زیور میں لکھا ہے، کہ زید اپنی بیوی کی بجائے غلطی سے لڑکی کو شہوت سے ہاتھ لگائے تو بیوی مرد پر حرام ہو جاتی ہے، مرد کو چاہئے کہ طلاق دیدے اگر مرد طلاق نہ دے تو بیوی اس کی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں، اگر نہیں کر سکتی ہے تو حرام کا کہنا بہشتی زیور یہ سلسلہ ٹھیک ہے یا نہیں اگر ٹھیک ہے تو کونسی حدیث یا آیت سے ثابت ہے،

الجواب :-

حرمت مصاحرت جس طرح وطی سے ہوتی ہے اسی طرح شہوت کے ساتھ چھونے سے بھی ہو جاتی ہے، چھونا قصد ہو یا غلطی سے ہو یا مجبوراً ہر حالت مصاہرہ ثابت ہو جائے گی، حرمت ثابت ہو جانے کے بعد مرد و عورت کو جدا

رہنا اور نکاح کرنا فرض ہے، مگر خود بخود نکاح فسخ نہیں ہوگا۔ جب تک شوہر متار کہ نہ کرے بعد متار کہ عدت گزرے بغیر نکاح جائز نہیں ہوگا، لہذا صورت مسئلہ میں اگر مرد نے اپنی لڑکی کو شہوت کے ساتھ چھو رہا ہے تو اس لڑکی کی ماں اس مرد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہے، اور اس مرد پر فرض ہے کہ اس عورت سے جدائی کرے بغیر متار کہ کہے، اور بغیر عدت گزارے وہ عورت دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی، متار کہ کی صورت یہ ہے مثلاً شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ میں نے تیرا راستہ خالی کر دیا، میں نے تجھے چھوڑ دیا، میں نے طلاق دے دی، اور حرمت کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورت مرد کے نکاح میں ہمیشہ کے لئے نہیں آ سکتی، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 48:-

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کی جس وقت شادی ہوئی اس کے والدین نے حسب دستور جوڑے زیور وغیرہ چڑھائے، اور بعد نکاح ہونے کے لڑکی کے والدین نے کچھ زیور اور جوڑے وغیرہ جہیز میں دیئے، بعد میں کچھ زیور نکاح کے بعد بنوا دیا، زید نے کچھ کپڑا وغیرہ بھی علاوہ معمولی کپڑے کے اور اس عورت نے اپنے شوہر کے وقت مرتے اپنے شوہر کے اور اب تک مہر بھی معاف نہیں کیا، بلکہ مرتے وقت اس کے پاس بھی نہیں گئی، اور زید کے نام کچھ جائیداد وغیرہ نہیں ہے، اس صورت میں مال کا مالک کون ہوگا اور مہر کا ادا کرنا کس کے ذمے عائد ہوگا۔ بینواتو جروا۔

الجواب:-

جو کچھ زیور کپڑا برتن وغیرہ عورت کو جہیز میں ملا تھا اس کی مالک خاص عورت ہے، اور جو کچھ چڑھاؤ شوہر کے یہاں سے مل گیا تھا، اس میں رواج کو دیکھا جائے گا، اگر رواج یہ ہو کہ عورت ہی اس کی مالک سمجھی جاتی ہے تو وہ بھی عورت کی ملک ہو گیا، اور اگر عورت مالک نہیں سمجھی جاتی تو وہ جس نے چڑھایا تھا۔ اس کی ملک ہے، خواہ (شوہر کا) والد ہو یا (اس کی) والدہ یا خود شوہر اور جو زیور زید نے بعد نکاح بنوایا اگر عورت کی تملیک کر دی تھی۔ یعنی یہ کہہ دیا تھا کہ میں نے یہ زیور تجھے دے ڈالا، تجھے اس کا مالک کر دیا، اور قبضہ عورت کا ہو گیا، تو یہ زیور بھی ملک زن ہو گیا۔ اور اگر کہا تجھے پہننے کو دیا، تو شوہر کی ملک رہا۔ اور اگر کچھ نہ کہا تو رواج دیکھا جائے گا۔ اسی طرح زیور بنا دینے کو اگر عورت کی تملیک سمجھتے ہیں تو بعد قبضہ عورت مالک ہوگی ورنہ ملک شوہر پر رہا عورت کا مہر ذمہ شوہر ہے، اگر شوہر کا کچھ مال مثلاً یہی زیور کہ اس نے بنا دیا اور عورت کی ملک اس میں ثابت نہ ہوئی تھی، یا اور کوئی چیز جو ملک شوہر پائے اس سے وصول کرے اگر ملک شوہر سے کچھ نہ ملے تو شوہر کے والدین وغیرہما سے کچھ مطالبہ کسی وقت نہیں کر سکتی جب کہ انہوں نے مہر کی ضمانت نہ کر لی ہو، اس کا معاملہ عافیت پر رہا، اور افضل یہ کہ شوہر معاف کر دے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔ منقول از فتاویٰ رضویہ۔

سوال نمبر 49:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص شوق محبت سے اپنی منکوہہ کے پستان منہ میں ڈالے اور شیر اس سے بہہ کر حلق سے نیچے اتر

جائے تو کیا نکاح ٹوٹ جاتا ہے،

الجواب :-

دو سال بلکہ ڈھائی سال کے اندر کوئی لڑکا اور لڑکی کسی عورت کا دودھ پی لے تو جس عورت کا دودھ پیا ہے، وہ رضائی ماں اور جس نے پیا ہے وہ رضائی اولاد ہے، اور اس مدت رضاعت کے بعد اگر کوئی شخص کسی عورت کا دودھ پئے تو اس کا دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور رضاعت کا رشتہ ثابت نہیں ہوتا اگر کوئی اپنی عورت کا دودھ پی لے تو یہ فعل یعنی اپنی عورت کا دودھ پینا شرعاً منع ہے، گناہ ہے مگر اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا، صورت مذکورہ سے جس شخص کے حلق میں اس کی بیوی کے پستان میں سے دودھ چلا گیا ہے خواہ شوہر کے اسکے پستان چوسنے سے یا بغیر چوسنے کے اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا، وہ عورت اس شوہر مذکور کی بیوی ہے، بیوی کا دودھ پینا شرعاً منع ہے، گناہ شدید ہے، جو ایسا کرے اس پر توبہ لازم ہے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نوٹ: ایک لڑکی دس سال کی ہے اس کے پستان سے دودھ اتر آیا دوسرے شخص کا لڑکا تقریباً پونے دو سال کا ہے، کسی وجہ سے اس لڑکے کے باپ نے اس دس سالہ لڑکی سے اپنے پونے دو سالہ لڑکے کا نکاح کر دیا، نکاح ہونے کے بعد اس لڑکے نے اتفاقاً اس دس سالہ منکوحہ بیوی کا دودھ پی لیا تو اس صورت میں وہ دس سالہ لڑکی اپنے پونے دو سالہ عمر والے شوہر پر حرام ہو جائے گی، کیونکہ اس لڑکے نے مدت رضاعت کے اندر اپنی بیوی کا

دودھ پیا، لہذا وہ لڑکا اس عورت کا رضاعی بیٹا ہو گیا۔ اور وہ لڑکی اس لڑکے کی رضاعی ماں بن گئی، لہذا وہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہو گئی، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 50:-

ایک شخص نے ایک عورت شادی شدہ کو اغوا کر کے اپنے گھر آباد کیا، جس کے بطن سے اولاد ہے جو کہ بغیر نکاح کے ہے اب مذکورہ عورت کا سابقہ شوہر فوت ہو گیا ہے، کیا بعد از عدت سابقہ عورت کا نکاح ہوگا۔ اولاد جو قبل از نکاح پیدا ہوئی ہے، وہ شخص مذکور جس نے اغوا کیا ہے، اس کے ترکہ کی وارث ہوگی یا نہیں۔

نمبر 2:- جس شخص نے مذکورہ عورت کو اغوا کیا ہے اس جرم کے تحت اس کی کیا تعزیر ہے،

نمبر 3:- جو اشخاص شخص مذکور سے باہمی تعلقات میں خورد و نوش میں شریک رہے ہیں، ان پر تعزیر کا کیا حکم ہے، مفصل و مدلل تحریر فرما کر مشکور فرمادیں تاکہ اذاعرض خدمت ہے۔ بینو اتوجروا۔

الجواب:-

نمبر 1:- شادی شدہ عورت کو اغوا کر کے کوئی آدمی اپنے گھر ناجائز طریقہ سے آباد کر لے تو جو اولاد اس عورت مذکور کے بطن سے ہوگی شرعاً یہ اولاد اس اغوا کرنے والے کی قرار نہیں دی جائے گی، احکام شریعت میں ہے زنا کے پانی کے پانی کے لئے شرع میں کوئی عزت نہیں تو بچے اولاد زانی نہیں ٹھہر

سکتے، اولاد اس کی قرار پائی، ایک عمدہ نعمت ہے جسے قرآن عظیم نے لفظ ہبہ سے تعبیر کیا، یھب لمن یشاء ذکوراً زانی اپنے زنا کے باعث مستحق غضب و سزا ہے، نہ کہ مستحق ہبہ و عطا لہذا ارشاد ہوا، للعاهر الحجر لہذا صورت مسئلہ میں شریعت کی رو سے وہ اولاد جب کہ اغوا کرنے والے کی قرار نہ پائی تو اس عورت کی یہ اولاد اغوا کرنے والے کے ترکہ کی وارث نہ ہوگی، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر 2: شادی شدہ عورت کو اغوا کرنے والا شریعت کے خلاف گھر میں آباد کرنے والا مرد اور وہ عورت دونوں شرعاً شدید ترین مجرم و گناہگار مستحق تار لائق غضب جبار و قہار ہیں، ان پر لازم و ضروری ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں، شریعت ایک لحظہ بھی ان کو اکٹھا رہنے کی اجازت نہیں دیتی، حد و تعزیر لگانا شرعاً حکام کا کام ہے، لیکن اس زمانہ میں یہاں پر حدود شرعیہ لگانے کا کوئی انتظام نہیں ہے، لہذا تعزیر و حد کا جواب میں لکھنا بے فائدہ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

نمبر 3:- لوگوں کو چاہئے کہ اس آدمی سمجھائیں اور شریعت کے مطابق عورت رکھنے کو کہیں اگر مان جائے تو بہتر ورنہ اس سے میل جول سب تعلقات منقطع کر دیں یہاں تک کہ وہ آدمی اپنے اس فعل بد سے باز آجائے، اگر وہ بے حیا آدمی اپنے اس فعل بد سے باز نہیں آتا لوگ اس حالت میں بھی اسے سے میل جول کر رہے ہیں تو شرعاً یہ لوگ بھی مجرم و گناہگار ہیں، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 51:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں مسماۃ جنت بی بی دختر حاجی یار محمد قوم ترکھان ساکن گوجرہ خاوند مسی امیر ولد لعل پردھوی تنسیخ نکاح زیر دفعہ نمبر 2 ایکٹ دائر کیا، سول جج درجہ اول ٹوبہ ٹیک سنگھ نے یکطرفہ ڈگری تنسیخ نکاح معہ خرچہ حکم صادر کر دیا، اور یہ بھی حکم دے دیا کہ مدعا علیہ مبلغ 56 روپے بابت خرچہ مقدمہ ہذا ادا کرے اور اس حکم نامہ کی سرکاری نقل فتویٰ ہذا کے ساتھ لف کی ہوئی ہے، اور مقدمہ مذکورہ کا نمبر 131 فوجداری ہے، لہذا بتایا جائے کہ بروئے شرع شریف نکاح مذکورہ منسوخ ہو گیا یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:-

نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے وہ چاہے تو گرہ کھول دے چاہے بند رکھے، قرآن پاک میں بیدہ عقد النکاح حدیث شریف میں ہے، الطلاق لمن اخذ بالساق لہذا صورت مسئلہ میں مسمی امیر نے اپنی مسماۃ جنت بی بی کو جب طلاق شریعت کے مطابق نہیں دی تو مسماۃ مذکورہ بدستور اپنے شوہر کی بیوی ہے، شرعاً دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 52:-

ایک شخص کی شادی تقریباً آٹھ سال قبل جبکہ ہوئی تھی، میاں بیوی میں بڑا

سلوک آج تک رہا، اور نہ ہی اسکی بیوی کو یہاں کے کسی رشتہ دار سے تکلیف پہنچی ہے، ابھی تک اس کی اولاد نہیں ہوئی، خدا کی قدرت ہے، آدمی طاقتور مرد ہے، شاید اس کے مادہ میں کوئی فرق ہو ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق اب بیوی کے والدین طلاق دلوانا چاہتے ہیں، اس کی بیوی کو بھی اکساتے ہیں، میاں طلاق نہیں دیتا، شریعت اس کے بارے میں کیا کہتی ہے، فتویٰ عنایت کیا جاوے۔ بیوا تو جروا۔

الجواب :-

عورت کو طلاق دینے کا اختیار شریعت نے مرد کو دیا ہے، مرد جب چاہے طلاق دے۔ جب چاہے نہ دے، قرآن پاک میں ہے، بیدہ عقدة النکاح حدیث شریف میں ہے، الطلاق لمن اخذ الساق مرد جبکہ عورت سے وطی کرنے پر قادر ہے، تو عورت کو نکاح فسخ کرانے کا حق نہیں ہوتا۔ چنانچہ بہار شریعت میں عالمگیری کے حوالہ سے تحریر فرمایا شوہر جماع کرتا ہے، مگر منی نہیں کہ انزال ہو تو عورت کو دعویٰ کا حق نہیں صورت مسئلہ میں مرد جبکہ وطی کرنے پر قادر ہے، تو عورت کو طلاق لینے یا نکاح فسخ کرنے کا شرعاً کوئی حق نہیں اگرچہ اس عورت کے آٹھ سال سے بچہ پیدا نہ ہوا ہو، بچہ کا پیدا ہونا قبضہ قدرت باری تعالیٰ ہے، مرد و عورت کے اختیار کی بات نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 53 :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مطلقہ غیر مدخولہ کو حلالہ شرط ہے

یا نہیں، عورت غیر مدخولہ کے متعلق بالکتاب جواب ارسال فرماویں کہ عورت غیر مدخولہ کو عدت پڑتی ہے، یا نہیں۔ بیٹو اتو جروا۔

الجواب :-

جس حرہ عورت کو تین طلاقیں ہو جائیں تو وہ عورت اپنے شوہر کے لئے بغیر حلالہ کے حلال نہیں ہو سکتی، غیر مدخول بہا کو ایک کلمہ سے تین طلاقیں دی جائیں تو اس پر تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ ہدایہ میں ہے، اذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل دخول بها وقعن علیہا۔ کنز الدقائق

میں ہے طلق غیر الموطوءة ثلاثاً ومعن تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے، وهو مذهب ابن عباس وابن مسعود وابن عمرو علی ابن ابی طالب و زید ابن ثابت و جمہور التابعین فقہاء الامصار یعنی غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ یہ مسلک ابن عباس و ابن مسعود و ابن عمر و علی ابن ابی طالب و زید ابن ثابت و جمہور تابعین و فقہاء امصار رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے، رد المحتار میں ہے، ونص محمد رحمة الله تعالى قال واذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً جميعاً انقد خالف السنة واثم دخل بها

اولم يدخل سواء بلغنا ذلك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وعن علي وابن مسعود وابن عباس وغيرهم رضوان الله تعالى عليهم اجمعين عمدة الرعاية میں ہے،

وغير الموطوءة تبين بواحدة نعم لو طلقها بكلمة واحدة بان
قال انت طالق ثلثا تقع الثلث ولا تحل له حتى تنكح زوجاً
غير۔ جب غیر مدخولہ بہا تین طلاقوں کے واقع ہونے سے مطلقہ مغلظہ
ہو جائے تو اس کے لیے بھی حلالہ ضروری ہے، اس کے پاس ہی نہیں گیا، تو
استبراء رحم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا عدة الرعایہ میں ہے، وحتى انه عن
غير المدخولة فانها تبين بطلاق واحد لا عدة لها حتى
قطلقها الاخرى۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 54:-

زید نے اپنی بیوی کو سہ طلاق سے حرام کیا، بیک وقت ایک مولوی صاحب
تبلیغی جماعت کے سربراہ جو کہ خواجگان کی مسجد کے امام و خطیب ہیں انہوں
نے کہا ہے کہ زید تین طلاقیں یا سات یا دس یا سو تک بھی اپنی بیوی کو دے
تب بھی ایک ہی ہوگی، نیز اس کے پیچھے نمازیں ہو سکتی ہیں، یا کہ نہیں،
بیوا تو جروا۔

الجواب:-

اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں بیک وقت دے دے تو تینوں واقع
ہو جائیں گی، اگرچہ ایسا کرنا گناہ ہے، جیسا کہ ایام حیض میں کوئی آدمی اپنی
بیوی کو طلاق دے دے تو طلاق ہو جائے گی، مگر طلاق دینے والا گناہگار
ہوگا۔ جمہور صحابہ کرام تابعین۔ تبع تابعین فقہاء مجتہدین عظام رضی اللہ تعالیٰ
عنہم اجمعین کا یہی مسلک تھا۔ اب بھی جمہور امت کا یہ مسلک ہے کہ عورت

کو بیکہ وقت تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے، عن مالک بلغه ان رجلا قال لابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انی طلقت امراتی مائة تطليقة فماتری علی فقال ابن عباس طلقت منك بثلاث وسبع وسبعون اتخذت بها آیات اللہ ہزار و اربع و فی الموطا یعنی عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک آدمی نے عرض کی کہ حضور میں نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاق دے دی ہے، آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں، تو آپ نے فرمایا تین طلاقیں تیری بیوی پر پڑ گئی ہیں، ستانوے 97 طلاقیں سے تو نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے ٹھٹھا کیا، نعوذ باللہ من ذلك مرقة شرح مشکوٰۃ، فتح القدیر۔ رد المحتار میں ہے، ذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى ان يقع ثلاث۔ فتح القدیر میں ہے، من الادلة في ذلك ما في مصنف ابن ابي شيبة والدارقطني في حديث ابن عمر المتقدم قلت ارايت لو طلقها ثلثا قال اذا قد عصيت ربك وبانت منك امرأتك اس مسئلہ کے متعلق روایات تفصیل سے فتح القدیر میں دیکھیں عمدۃ الرعایہ میں ہے، فمثل هذا يقع لكنه ياثم به هو المنقول من جمهور الصحابة والتابعين والمجتهدين منهم ابن عباس اخرجہ مالک و ابو ہریرہ اخرجہ عنه ابو داؤد حضرت امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا شرح مسلم میں وقد

اختلف العلماء فيمن قال لا مراته انت طالق ثلثا فقال الشافعي ومالك وابو حنيفة وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلث ان احاديث وروايات سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو تین سے زائد طلاقیں بیک وقت دے گا تو تینوں واقع ہو جائیں گی، باقی تین سے زائد لغو و بے کار ہوں گی، اس مولوی کا یہ کہنا کہ زید تین طلاقیں یا سات یا دس یا سو تک اپنی بیوی کو دے تب بھی ایک ہی واقع ہوگی، بالکل غلط ہے، سراسر احادیث و روایات جمہور امت سلف و خلف کے مسلک کے خلاف ہے، غیر مقلدوں کی معتبر و مستند کتاب فتاویٰ ثنائیہ کی تشریح میں ہے صحابہ تابعین و تبع تابعین سے لے کر سات سو سال تک کے سلف صالحین صحابہ تابعین محدثین سے تو تین طلاق کا ایک مجلس میں واحد شمار ہونا ثابت نہیں۔ من ادعی فعلیہ البیان بالبرہان و دونہ فرط لفتاد، ملاحظہ ہو موطا امام مالک صحیح البخاری فتح الباری و تفسیر ابن کثیر تفسیر ابن جریر اسی فتاویٰ کی تشریح میں نیز ہے، تین طلاقیں مجلس واحد میں محدثین کے نزدیک ایک کے حکم میں ہیں، یہ مراکب صحابہ تابعین تبع تابعین و غیرہ محدثین معتقدین کا نہیں ہے، یہ مسلک سات سو سال کے بعد کے محدثین (غیر مقلدین) کا ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فتویٰ کے پابند اور ان معتقد ہیں، غیر مقلدوں کے گھر کی شہادت ہو گئی کہ جمہور امت کا مسلک تو یہ ہے کہ تین طلاقیں بیک وقت دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔ ابن تیمیہ اور اس کے معتقدین و تبعین وہابیہ غیر مقلدین نے سات سو برس کے بعد اس مسئلہ کی

مخالفت کی اور تین طلاقیں کو ایک ہونے کا فتویٰ دیا، ہمارا اس پر عمل ہے، جو تقریباً چودہ سو برس سے جمہور امت کا مسلک چلا آ رہا ہے، اور غیر مقلدیں خود نئے ہیں ان کا مسلک بھی نیا جو جمہور اہلسنت کے سراسر خلاف امام کا سنی صحیح العقیدہ پابند شرع ہونا ضروری ہے، لہذا اہلسنت کے علاوہ کسی بد مذہب وہابی دیوبندی غیر مقلد رافضی قادیانی مودودی وہابی تبلیغی جماعت کے پیچھے اہلسنت کو ہرگز نماز نہ پڑھنا چاہئے، اور ایسے عقیدہ والوں کو ہرگز امام نہ بنایا جائے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 55:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں زید نے اپنی بیوی ہندہ کو کہا تجھے تین طلاق دیں یا کہا تجھے، طلاق، طلاق طلاق، ہے یا کہا تجھے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی، ہے بدوں حرف عاطفہ کے کیا ان صورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگی یا تین ہے، بعض علماء اہلسنت وجماعت فرماتے ہیں۔ ان صورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگی، اور اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا دور ہو جا، دور ہو جا، دور ہو جا، یا میرے گھر سے نکل جا، نکل جا، یا اپنے باپ کے گھر چلی جا چلی جا، چلی جا، کیا ان صورتوں میں طلاق ہوگی یا نہیں، اگر ہوگی تو رجعی یا بائن بنو ابدال لیل تو جروا۔

الجواب:-

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی آلہ و صحبہ اجمعین۔ اما بعد، اگر آدمی اپنی بیوی کو تین طلاق بیک وقت ایک کلمہ سے دے تو تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں

چاہے عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو، مگر ایسا کرنا گناہ ہے، جیسا کہ ایام حیض میں اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے، مگر طلاق دینے والا گناہ گار ہوگا۔ جمہور صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین فقہاء مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مسلک تھا۔ اور اب بھی جمہور امت سلف و خلف کا یہی مسلک ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے، عن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلغه ان رجلا قال لا بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انی طلقت امراتی مائة تطليقة فماتری علی قال ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہما طلقت منك بثلاث وسبع وتسعون اتخذت بها آیات اللہ ہزار و اہ فی الموطا یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک آدمی نے عرض کی کہ حضور میں نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاق دی ہے، آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا تین طلاقیں تیری بیوی پر پڑ گئیں، اور ستانوے طلاقیں سے تو نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے ٹھٹھا کیا نعوذ باللہ من ذلک مرقاة شرح مشکوٰۃ فتح القدر رد المحتار میں ہے، ذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعد هم من ائمة المسلمين الى ان يقع ثلث فتح القدر میں ہے، ونص محمد قال اذا طلق الرجل امراته ثلاثا جميعا فقد خالف السنة واثم به وان دخل بها اولم يدخل سواء ثم قال بلغنا ذلك عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وعن علی وعن ابن مسعود ابن عباس و غیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین نیز اس میں ہے ومن الادلة فی ذلك ما فی مصنف ابن ابی شیبہ والدار قطنی فی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما المتقدم قلت یا رسول اللہ ارئیت لو طلقها ثلاثا قال اذا قد عصیت ربک وبانت منك امراتک اس مسئلہ کے متعلق اور روایات تفصیل سے فتح القدیر میں دیکھیں نیز اس میں ہے، واما و قال انت طالق احدى عشر فانه يقع الثلاث بالاتفاق لعدم العاطف فتاویٰ ہندیہ میں ہے، اگر غیر مدخولہ سے کہا تو اکیس طلاق سے طالقہ تو ہمارے علمائے ثلاثہ کے نزدیک تین طلاق ہوگی اور اگر کہا گیارہ طلاق تو بالاتفاق تین طلاق واقع ہوگی، تفسیر صاوی میں ہے، والمعنی فان ثبت طلاقها ثلاثا فی مرة او مرات فلا تحل الخ، اذا قال لها انت طالق ثلاثا او البتة وهذا هو المجمع علیہ واما القول بان الطلاق الثلاث فی مرة واحدة لا يقع الاطلاق فلم يعرف الابن لاتیمة من الحابلة وقد رد علیہ ائمة مذهبہ حتی قال العلماء انه الضال والمضل عمدة الرعایہ میں ہے، فمثل هذا يقع لكنه یأثم به هو المنقول عن جمهور الصحابة والتابعین والمجتہدین منهم ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اخرجہ مالک و ابو ہریرہ اخرجہ عنه ابو دائود قدوری اور اس کی شرح فارسی میں ہے طلاق

البعة وهو ان يطلق الرجل امراته ثلاثا بكلمة واحدة او في طهر واحد۔ سوم طلاق بدعت است و آں ایں است کہ سه طلاق دہد شو ہر زن خود را بیک دفعہ یعنی بیک کلام یا سه طلاق متفرق دہد در یک طہر فاذا فعل ذلك وقع الطلاق وبانت منه وكان عاصياً پس ہر گاہ کہ داد سه طلاق بیکے ازیں دو طریق واقع شد سه طلاق وجد شد از دو طلاق دہندہ گنہگار و عاصی میشود و ایں طریق منہی است شاید و ایں حکم کہ بیان کردہ شد در مردے دزنے بود کہ شوہر بعد از نکاح با و مجامعت کردہ باشد کذا فی کشف الحقائق نیز اس میں ہے، و اذا طلق الرجل امراته ثلاثا قبل الدخول بها بدفعة واحدة وقعن عليها جمعة ہر گاہ کہ طلاق داد شوہر بزن خود پیش از وطی بایں طور کہ بگوید انت طالق ثلاثا پس واقع میشود دسه طلاق بآں زن زیر آنچہ سه طلاق بہم دادہ است نیز اس میں ہے، انت طالق ثلاثا الا ثلاثا طلقت ثلاثا و بطل الاستثناء، اگر بگوید شوہر بزن خود بر تو سه طلاق است مگر سه طلاق واقع شود، سه طلاق زیر آنچہ استثناء جمیع از جمیع است و آں صحیح نیست بلکہ باطل است و ناجائز، مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے، اگر زید نے اپنی بیوی کو حالت غضب میں کہا میں نے طلاق دیا، پھر میں نے طلاق دیا، پھر میں نے طلاق دیا، پس اس تین بار کہنے سے تین طلاق واقع ہوگی یا نہیں،

هو المصوب:-

اس صورت میں تین طلاق واقع ہوگی، حنفیہ کے نزدیک بغیر تحلیل کے نکاح

درست نہ ہوگا۔ نیز اس میں ہے، زید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین دفعہ کہہ دیا کہ تجھ پر طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے، لیکن اس نے غصہ کی حالت میں بلا نیت ایقاع طلاق ثلاثہ اور بدوں سمجھنے معنی اور حکم ان الفاظ کے کہا ہے اس صورت میں طلاق ثلاثہ واقع ہوگی یا نہیں۔

هوالمصوب:-

جو شخص تین طلاق دے دیوے، اور مقصود دونوں مرتبہ اخیر ہے، تاکید نہ ہو پس اس صورت میں مذہب جمہور صحابہ تابعین وائمہ اربعہ واکثر مجتہدین و بخاری و جمہور محدثین تین طلاق واقع ہو جائیں گی، البتہ بیجہ ارتکاب خلاف طریقہ شرعیہ کے گناہگار ہوگا۔ نیز اس میں ہے، چہ فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندرین مسئلہ از روئے مذہب حنفیہ صورتش ایں کہ زید زوجہ خود مسماۃ ہندہ را در حالت غضب طلاق داد بایں طور کہ سہ بار لفظ طلاق بزبان آور و پس دریں صورت بر ہندہ طلاق واقع شد یا نہ بر تقدیر اول چہ صورت است کہ باز ہندہ را زید بزکاح آورد

الجواب هوالمصوب:

بر ہندہ سہ طلاق واقع شدند حالابدوں تحلیل زکاحش بازید درست نیست واللہ اعلم۔

بہار شریعت میں ہے، غیر مدخولہ کو کہا تین طلاق تو تین ہوگی، اور اگر کہا تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق، یا کہا تجھے طلاق ہے، ایک اور ایک اور ایک تو ان صورتوں میں ایک بائن واقع ہوگی، اور موطوہ میں بہر حال تین

طلاق ہوں گی، درمختار میں ہے، (وان فرق) بوصف و خبر او
 جمل بعطف او غیرہ ربانت بالاولی، لا الی عدة، (الف)
 اذا (لم یقع الثانیة) بخلاف الموطئۃ حیث یقع الكل
 ردالمختار میں ہے (قول حیث یقع الكل) ای فی جمیع الصور
 المتقدمة لبقاء العدة۔ ان احادیث و روایات و عبارات فتاویٰ سے معلوم
 و ظاہر ہوا کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو تین یا تین سے زائد طلاقیں بیک وقت
 ایک کلمہ سے دے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی، باقی زائد لغو و بیکار ہوں
 گی، عام اس ہے کہ عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اگر شوہر متفرق طور پر تین
 طلاقیں دے گا تو عورت مدخولہ ہے، تو ایک طلاق واقع ہونے سے عورت
 بائنہ ہو جائے گی اور باقی محل نہ ہونے کی وجہ سے واقع نہ ہوں گی، اور اگر
 عورت مدخولہ ہے تو متفرق طور پر بھی تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں
 واقع ہوں گی، عام اس سے کہ حرف عطفہ ذکر کرے یا نہ کرے، لہذا صورت
 مسئلہ میں زید نے اپنی بیوی ہندہ کو ایک لفظ سے تین طلاقیں دی ہیں، تو
 تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں، وہ عورت چاہے مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ لیکن اگر یہ
 کہا کہ تجھے طلاق طلاق طلاق، ہے یا تجھے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی،
 بغیر حرف عطفہ کے تو اس صورت میں اگر عورت غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق
 واقع ہونے سے عورت بائنہ ہو جائے گی، اور باقی طلاقوں کے لئے محل نہ
 رہے گا۔ اس لئے وہ لغو و بے کار ہو جائیں گی، اور عورت اگر مدخولہ ہے تو
 تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی، جیسا کہ مشکوٰۃ شریف فتح القدیر درمختار،

ردالمحتار مجموعہ فتاویٰ بہار شریعت وغیر ہا کتب کی عبارتوں سے ظاہر ہے، اہلسنت تو اہلسنت غیر مقلدین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ ایک مجلس میں تینوں طلاقوں کے واقع ہونے کا مسلک جمہور امت سلف وخلف و آئمہ اربعہ کا ہے، تین طلاق کا ایک شمار ہونا صحابہ تابعین تبع تابعین محدثین کا یہ مسلک رہا کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں، اور سات سو برس کے بعد ابن تیمیہ نے سب سے پہلے اس اجماع است کے خلاف فتویٰ دیا اور ایک مجلس میں بیک وقت تین طلاق دینے سے ایک طلاق کے واقع ہونے کا قائل ہوا، اس پر اس کے مذہب حنفی کے علماء نے اس کا رد کیا اور فرمایا کہ یہ خود گمراہ ہے، اور لوگوں کو گمراہ کرنے والا ہے، جیسا کہ تفسیر صاوی کی عبارت سے ظاہر ہوا بعد میں جو لوگ تین طلاق ایک مجلس میں واقع کرنے سے ایک طلاق کے واقع ہونے کے قائل ہیں وہ ابن تیمیہ علیہ ماعلیہ کے متبعین میں سے ہیں جمہور امت کے مسلک پر نہیں ہیں، غیر مقلدوں کے مشہور و معروف امام نواب صدیق حسن بھوپالی کی کتاب مسک الختام شرح بلوغ المرام میں ہے یعنی در صورتیکہ یہ طلاق در یک مجلس ارسال کردہ شدند دوم آنکہ یہ طلاق مانع میشود و بآن رفتہ اند عمر و ابن عباس و عائشہ رضوان اللہ علیہم دروایت است از علی و فقہاء اربعہ جمہور سلف و خلف نیز غیر مقلدوں کی معتبر و مستند کتاب فتاویٰ کی تشریح میں ہے، صحابہ تابعین تبع تابعین سے لے کر سات سو سال تک کے سلف صالحین صحابہ تابعین محدثین سے تو تین طلاق ایک مجلس میں واحد شمار ہونا ثابت نہیں، من ادعی فعلیہ

البيان بالبرهان ودونه خراط القناد ملاحظه ہوموطا امام مالک۔ صحیح بخاری وفتح الباری، تفسیر ابن کثیر و ابن جریر، نیز اس میں ہے کہ تین طلاقیں مجلس واحد میں محدثین کے نزدیک ایک کے حکم میں ہیں، یہ مسلک صحابہ تابعین تبع تابعین و محدثین متقدمین کا نہیں یہ مسئلہ تو سات سو سال کے بعد کے محدثین کا ہے، جو ابن تیمیہ کے فتویٰ کے پابند ہیں اور اسکے معتقد ہیں انہی، جو مولوی صاحب اہلسنت ہونے کے مدعی ہیں، اور ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے تین کے واقع ہونے کے منکر ہیں غلطی پر ہیں، اس کے لئے جائز نہیں کہ ائمہ اربعہ کے مسلک کو چھوڑ کر نیا طریقہ اختیار کرے، تفسیر صاوی میں ہے، ولا يجوز تقليد ما عدا المذاهب الاربعة ولو وافق قول الصحابة والحديث الصحيح والاية فالخارج من المذاهب الاربعة ضال مضل وربما اداه ذلك الى الكفر الان الاخذ بظواهر الكتاب والسنة من اصول الكفر، شوہر کا اپنی بیوی کو کہتا دور ہو جا، دور ہو جا، دور ہو جا، یا یہ کہتا کہ میرے گھر سے نکل جا، نکل جا، نکل جا اپنے باپ کے گھر چلی جا، چلی جا، چلی جا، ان تینوں صورتوں میں ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی، جبکہ شوہر نے نیت طلاق کی کی ہو، یا کوئی خارجی قرینہ پایا جائے، جو طلاق دینے پر دلالت کرتا ہو، ہاں اگر تین کی نیت کرے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق سائل شخص مذکور مفقود ہے، اور مفقود کی عورت بدستور اس کی بیوی ہے، جب تک کہ اس مفقود کی موت یا طلاق دینے یا شرعی معتبر بیان نہ آجائے، کمافی الحدیث مفقود اور اس کی بیوی کی اس وقت تفریق کی جائے گی، جب کہ مفقود کی عمر سے ستر 70 برس گزر جائیں پھر عورت قاضی شرع کے سامنے رفقہ کرے اور قاضی شرع اس مفقود کی موت کا حکم دے پھر وہ عورت عدت وفات گزارنے کے بعد چاہے تو نکاح کر سکتی ہے، (فتح القدیر) بحوالہ بہار شریعت۔

سوال نمبر 57:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے جانور ذبح کیا اور بوقت ذبح سر علیحدہ کر دیا، ایسے مذبوح جانور کو کھانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:-

جانور کو ذبح کرتے وقت اگر جانور کا سر کٹ کر دھڑ سے علیحدہ ہو جائے تو یہ فعل اگرچہ مکروہ ہے، لیکن اس جانور کا کھانا شرعاً جائز ہے، ہدایہ میں ہے، ومن بلغ السکین النخاع او قطع الراس کرہ ذلک وتوکل ذبیحتہ بہار شریعت میں ہے۔ اس طرح ذبح کرنا کہ چھری حرام مغز تک پہنچ جائے یا سر کٹ کر جدا ہو جائے مکروہ ہے، مگر وہ ذبیحہ کھایا جائے گا، یعنی کراہت اس فعل میں ہے، نہ کہ ذبیحہ میں عام لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ ذبح کرنے میں اگر سر جدا ہو جائے تو اس کا سر کھانا مکروہ ہے، یہ کتب فقہ میں نظر سے نہیں گزرا بلکہ فقہاء کا یہ ارشاد ہے کہ ذبیحہ کھایا جائے گا۔ اس سے

ثابت کہ سر بھی کھایا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 58:-

ایک شخص جو کہ کسی بزرگ کے مزار پر رہتا ہے اور بھنگ بھی پیتا ہے، نیز اس کا معمول یہ ہے کہ وہ لوگوں سے چندہ اکٹھا کر کے بکرا بھی لاتا ہے، وہ بکرے پر پانی چھڑکتا ہے۔ وہ بکرا پانی چھڑکتے وقت کانپ جائے تو وہ یہ کہتا ہے کہ میرے پیر نے اس کو قبول کر لیا ہے، اور بکرا پانی چھڑکتے وقت نہ کانپے تو وہ یہ کہتا ہے، کہ بزرگ صاحب نے منظور نہیں کیا، وہ اس طرح سے بکرا ذبح کر کے لوگوں کو کھلاتا ہے، علاوہ ازیں وہ نماز کا بھی تارک ہے، لوگ اس طرح سے گمراہ ہوتے جا رہے ہیں، آپ فرمائیے ایسے بکرے کا گوشت کھانے کے متعلق یا ایسے آدمی کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے، بینوا تو جروا۔

الجواب:-

قرآن پاک میں ہے، کلو اما ذکر سم اللہ علیہ نیز اس میں ہے، ولا تاكلوا مما لم يذكر اسم اللہ علیہ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس حلال جانور پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جائے، اس کو تم کھاؤ اور جس جانور پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے، اس کو نہ کھاؤ، صورت مسئلہ میں جب کہ بکرے کو صرف اللہ ہی کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہے، تو اس بکرے کا گوشت حلال و طیب ہے، کھانے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں لیکن بکرے پر پانی چھڑکنا اور اس کے کانپنے کو قبولیت کی علامت قرار دینا اور نہ کانپنے کو عدم قبولیت کی علامت قرار دینا بے کار و بے ہودہ ہے،

بری حرکتیں و بری رسمیں ہیں، جو نہ کرنی چاہئیں لیکن ان بری رسموں کی وجہ سے بکرے کی حلت و حرمت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، وہ آدمی بھنگ پینے اور اس کا عادی ہونے کی وجہ سے اور بے نمازی ہونے کی وجہ سے بہت گنہگار ہے، فاسق و فاجر ہے، اس پر لازم ہے کہ توبہ کرے، اور عہد کرے، کہ آئندہ کبھی بھنگ نہ پیئے گا، اور نہ کبھی بھنگا نہ نماز ترک کرے گا۔ اور فوت شدہ نمازوں کو قضا کرے گا۔ جو اس کے ذمہ ضروری ہیں۔ بزرگان دین کے مزاروں پر ایسے لوگوں کو رکھنا چاہئے جو کہ بزرگان دین کے طریقہ پر چلیں، ان کو نہیں رکھنا چاہئے جو کہ بزرگان دین کے طریقہ کے خلاف چلیں۔ بھنگی چری بے نمازی ہوں، واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 59:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک بکری کا بچہ دو ماہ کا ہے، اس بکری کی قربانی جائز ہے یا نہیں، زید کہتا ہے کہ کوئی جانور جب تک دودھ دیتا ہے، اس کی قربانی ناجائز ہے، اور ناقابل قبول ہے، عند الشرح جواب سے نوازیں، بینوا تو جروا۔

الجواب :-

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے چند مسائل کا ذکر کرنا ضروری ہے، تاکہ جواب کے سمجھنے میں آسانی ہو، فقیر نے قربانی کے لئے جانور خریدا اس پر اس جانور کی قربانی واجب ہے، غنی اگر خریدتا تو اس خریدنے سے قربانی اس پر واجب نہ ہوتی بکری کا مالک تھا اور اس نے قربانی کو انیت کر لی یا خریدتے

وقت قربانی کی نیت نہ تھی، بعد میں نیت کر لی، تو اس نیت سے قربانی واجب نہ ہوگی، ذبح سے پہلے قربانی کا دودھ دہنا مکروہ و ممنوع ہے، اگر دودھ دھولیا تو صدقہ کر دے، جانور دودھ والا ہے، تو اسکے تھنوں پر ٹھنڈا پانی چھڑکے تاکہ دودھ خشک ہو جائے اگر اس سے کام نہ چلے تو جانور کو دھو کر دودھ صدقہ کر دے، قربانی کے لئے جانور خریدنا تھا قربانی کرنے سے پہلے بچہ اس کے پیدا ہوا تو بچہ کو بھی ذبح کر ڈالے اور اگر بچہ کو بیچ ڈالا تو اس کا ثمن صدقہ کر دے، اور اگر ذبح نہ کیا اور نہ بیچا اور ایام نحر گزر گئے تو اس کو زندہ صدقہ کر دے، قربانی کی اور اسکے پیٹ میں بچہ ہے تو اس کو بھی ذبح کر دے اور استعمال میں لا سکتا ہے، اور مرا ہوا بچہ ہو تو اسے پھینک دے، کہ اب یہ بچہ مردار ہے، ان مسائل سے واضح ہو گیا کہ کسی غریب نے قربانی کے لئے جانور خریدا بعد میں اس کے بچہ پیدا ہو گیا تو جانور دودھ دے رہا ہے تو اسی جانور کی قربانی اس غریب و مسکین پر ضروری ہے، اگرچہ وہ جانور دودھ دے رہا ہو، اور اگر اس جانور کو خریدنے والا مالدار ہے، یا غریب نے جانور خریدا تو وقت قربانی کی نیت نہ کی تھی، بعد میں کر لی تو ان کے بہتر یہ کہ اس دودھ دینے والے جانور کی قربانی نہ کریں، لیکن اگر کر لیں گے تو شرعاً قربانی ہو جائے گی، زید کا یہ کہنا کہ دودھ دینے والے جانور کی قربانی ناجائز ناقابل قبول ہے، غلط ہے شریعت کے خلاف ہے، اس کے پاس کوئی دلیل شرعی ہو تو پیش کرے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر 60:- ایک سوال کا جواب :

دودھ
دینے
والے جانور
کی
قربانی

قربانی کا چہرہ اپنے کام میں بھی لگا سکتا ہے، اور ہو سکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لئے دے دے مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ کو دے دے یا کسی فقیر کو دے دے، بعض جگہ یہ چہرہ امام مسجد کو دیا جاتا ہے، اگر امام کو تنخواہ میں نہ دیا جاتا ہو بلکہ اعانت کے طور پر ہو تو حرج نہیں، لہذا صورت مسئلہ میں امام مسجد لے سکتا ہے، اگرچہ سید ہو مالدار ہو کیونکہ یہ صدقہ نافلہ ہے، صدقہ واجبہ نہیں، اسی طرح مسجد چٹائی ڈول مرمت وغیرہ امور میں صرف کر سکتا ہے، مسجد کے مقتدی شہری ہوں یا دیہاتی ضرورت مسجد میں چرم قربانی استعمال کر سکتے ہیں، امام مسجد چرم قربانی سے دینی کتب بھی لے سکتا ہے، وہاں کے لوگ اگر مالدار ہوں تو ان کے لئے بہتر یہی ہے، اور ان کے لئے سعادت اس میں ہے، کہ رقم جمع کریں اور اس کو مسجد کی تعمیر میں صرف کریں، اور قربانی کی کھال کو اہل حاجت فقراء مساکین بیوگان کو دیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو قربانی کی کھال کو صدقہ کرنے کے متعلق حکم فرمایا جس کا مطلب یہ ہے، کہ صدقہ کرنا مستحب و بہتر ہے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوة والسلام علی
رسولہ الرؤف الرحیم ونبیہ الکریم الحلیم وعلی آلہ
واصحابہ وحبزہ اجمعین اما بعد فقیر نے رسالہ الفیوضات
الحامدیہ دیکھا، مسلک صحیح و صواب پر مشتمل پایا رسالہ مبارکہ کے مولف عزیزم
محترم فاضل نوجوان واعظ خوش بیان مولانا مولوی سید ریاض الحسن صاحب

حامدی رضوی خطیب جامع مسجد امریکن کوارٹر حیدر آباد سندھ سلمہ نے خوب تحقیق فرمائی ہے، اور دلائل کثیرہ سے قول محقق کی توضیح و تہویب فرمائی ہے، مولیٰ عزوجل تبارک و تعالیٰ عزیز موصوف سلمہ کو مزید خدمت دین متین کی توفیق خیر رفیق عطا فرمائے، اور اہلسنت و جماعت کے لئے سرچشمہ فیض بنائے، دیوبندیوں و ہابیوں کے امام ثانی نام کے مولوی رشید احمد دیوبندی گنگوہی نے یہ فتویٰ دیا کہ قربانی کی کھال مسجد میں نہیں لگا سکتے، دیوبندی مولوی کہتے ہیں کہ مسجد میں قربانی کی کھال لگانا ناجائز ہے، اون کا ماخذ دیوبندی امام کا یہ فتویٰ ہے کہ ہمارے نزدیک دیوبندی گنگوہی کہ یہ فتویٰ صحیح نہیں، غلط ہے، اور دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوے کثرت سے غلط ہیں، اس کو خلاف تحقیق فتویٰ دینے کی عادت تھی، اس مسئلہ کی تحقیق میں امام اہلسنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز القوی نے ایک رسالہ جلیلہ تحریر فرمایا، جو ابھی غیر مطبوعہ ہے، فتاویٰ رضویہ کی مجلدات میں مرقوم و محفوظ ہے، اور علمائے کرام اہلسنت و جماعت نے اس مسئلہ کے متعلق قلم اٹھایا، اور تحقیق فرمائی جس سے دیوبندی مفتی مغلوب ہوئے، اور غلط فتویٰ دے کر نادم ہوئے، مگر دیوبندی کی ضد اور ہٹ دھرمی اور مرغ کی ایک ٹانگ کی رٹ مٹھو رہے، غلطی سے رجوع نہ کرنا اور حق کو قبول نہ کرنا ان کی دیرینہ فطرت ہے، مگر ہمارا کام تو سمجھانے سے ہے، سمجھائے جائیں گے، یہ رسالہ مبارکہ الفیوضات الحامدیہ بھی اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے کافی دوانی ہے، مولیٰ عزوجل حق پر قائم رہنے حق کو قبول

کرنے کی توفیق عطا فرمائے، واللہ تعالیٰ ہو الموفق و ہو تعالیٰ اعلم۔ فقیر
ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہ قادری چشتی رضوی خادم اہلسنت و جماعت
لاہور، (فیصل آباد)

سوال نمبر 61:-

کیا ارشاد ہے علمائے دین کا اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک کمیٹی بنتی
ہے، اور وہ اعلان کرتی ہے، کہ ہم فلاں تاریخ کو فٹ بال کا میچ رکھیں گے،
جو ٹیم اس میچ میں شامل ہونی چاہے وہ دو روپیہ داخلہ دے بہت سی ٹیمیں
داخلہ دیتی ہیں، جو ٹیم مقابلہ میں اول، دوم، سوم آتی ہے، اس کو انعام دیا جاتا
ہے، کیا یہ انعام حاصل کرنا جائز ہے، بینو اتو جردا۔
الجواب:-

سب ٹیموں سے پیسے جمع کر کے ان کو کھلایا جائے اور ان جمع کردہ پیسوں میں
سے کامیاب شدہ ٹیم کو انعام دیا جائے، تو یہ جوا ہے، حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی
آدمی اپنے پاس سے یا ایک ہی ٹیم اپنی طرف سے کامیاب شدہ ٹیم کو انعام
دے تو یہ شرعاً جائز ہے، جب کہ کوئی اور مانع شرعی نہ ہو، واللہ تعالیٰ و رسولہ
الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 62:-

زید کا عقیدہ ہے کہ مراتب صحابہ علی ترتیب الخلافۃ ہیں، لیکن چند ایسی
خصوصیات اور فضیلتیں ہیں جن کی بنا پر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ دیگر

میں بچوں میں
اندر فریفتگی
جمع کرنا نہیں

صحابہ کبار سے ممتاز و اعلیٰ ہیں، جیسے ایک صحابی میں جزوی فضیلت ہوتی ہے، وہ اس جزوی فضیلت کے لحاظ سے نہالی اور ممتاز شان کا مالک ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس جزوی فضیلت میں وہ صحابی تشخیص کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی افضل ہوتا ہے، چہ جائیکہ دوسرے صحابہ کبار مثال کے طور پر حضرت حمزہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ من شهد الہ الحزیمۃ فہو حسبہ اسی طرح سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم میں بھی چند ایسی خصوصیات جزئیہ ہیں کہ ان جزئیات میں وہ تمام صحابہ کبار سے ممتاز و افضل ہیں، وہ جزئیات کسی دوسرے صحابی میں نہیں پائی جاتیں کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ الزہراء سیدۃ النساء علیہا السلام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اور تو اور علی اور حسن اور حسین ایک مکان اور ایک مقام ہونگے، جس کو مظاہر حق والے نے جلد چہارم صفحہ 144 باب مناقب اہل بیت مطہر مجیدی کانپور میں نقل کیا ہے جس کی تائید امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے، اور حضور علیہ السلام کا عم زاد بھائی ہونا حسین علیہا السلام کا باپ ہونا آپ کا خلیفہ ہونا وغیرہ لک اور زید ان خصوصیات کی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو تشخیص کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت جزوی ثابت کرتا ہے، اب مطلب امر یہ کہ ایسی عقیدت کی وجہ سے زید دائرہ اہلسنت و جماعت سے خارج ہو سکتا ہے، یا نہ اور بر تقدیر اثبات ایسے شخص کو کافر و بے دین کہنا کیسا ہے، مینو اتوجروا۔

الجواب :-

کسی صحابی کو دوسرے سائر الصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر جزوی فضیلت دینے سے زید سنیت کے دائرہ سے خارج نہیں ہوتا، ہاں اگر زید حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو کلی طور پر شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت دیتا تو تب وہ تفصیلہ شیعہ ہوتا، اسے کافر کہنے والا خود کافر ہے، فقط

محمد عبد الغفور ہزاروی عفی عنہ خطیب وزیر آباد

الجواب :-

بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بعض فضیلتیں ہیں جن کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے ممتاز ہیں، جیسا کہ سوال میں پیش کردہ مثال کہ حضرت حمزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنہا ان کی گواہی دو مردوں کے برابر تھی، ایسے ہی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے نکاح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو شہزادیاں یکے بعد دیگرے آئیں، اور یہ شرف کسی نبی کے کسی امتی کو حاصل نہ ہو، اس کی وجہ سے آپ کا لقب ذوالنورین مشہور ہوا، حضرت زید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پاک صراحۃ قرآن مجید میں مذکور ہوا کہ کسی اور صحابی کا نام قرآن مجید میں صراحۃ نہیں لیا گیا، حضرت حظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملائکہ کرام علیہم السلام نے غسل دیا، آپ غسل ملائکہ کے نام سے مشہور ہوئے، ممتاز ہوئے، حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بھائی ہیں، پر عطا ہوئے کہ آپ فرشتوں کے ساتھ جنت میں اڑتے ہیں، آپ جعفر طیار کے نام سے مشہور و معروف ہوئے، علیٰ ہذا القیاس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں جزوی فضیلتیں ہیں جو کسی

دوسرے اور صحابی میں نہیں ایسے ہی مولائے کائنات مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بعض فضیلتیں ہیں جو کسی اور صحابی میں نہیں، مگر فضیلت کلی ملطقتہ تمام صحابہ پر بلکہ تمام نبیوں کے امتیوں پر حضرت سیدنا ابو بکر صدیق اکبر و حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ہے، یہ اہلسنت کا عقیدہ ہے، زید کا یہ عقیدہ اہلسنت و جماعت کے مطابق ہے صرف اس عقیدہ کی وجہ سے اس کو کافر کہنا سخت جرات و جہالت ہے، جو اس عقیدہ کی وجہ سے اس کو کافر کہے، وہ مذہب اہلسنت کے عقیدہ سے ناواقف ہے، صریح حدیث کے موافق اور فقہا کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریحات کے مطابق کسی مسلمان کو بغیر وجہ شرعی کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ مذہب حق مذہب اہلسنت و جماعت پر قائم رہنے کی توفیق دے، اور اسی مذہب حق اہلسنت و جماعت پر خاتمہ کرے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 63:-

حضور کو حاضر و ناظر جاننا اہل سنت کا کیا عقیدہ ہے، آپ تمام جگہ موجود ہیں یا مدینہ میں موجود ہیں، حدیث میں آتا ہے، کہ دنیا کو میں ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھتا ہوں، آپ اس کا جواب دین تاکید ہے، مینواتو جروا۔

الجواب:-

نبی علیہ السلام کے وصال کے بعد آپ کی روح مقدسہ کو آپ کے نورانی جسم مقدس و مطہر میں داخل کیا گیا، آپ اب بھی حقیقی دنیاوی جسمانی زندگانی کے ساتھ زندہ ہیں، حجرہ النور میں جلوہ فرما ہیں، سب حجابات اٹھائے گئے

ہیں، دنیا کا ذرہ ذرہ آپ کے پیش نظر ہے، جس جگہ کرم فرمائیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تشریف لے جائیں، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 64:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک عالم کہتا ہے، کہ حضور علیہ السلام اپنے مزار مقدس میں ہیں، وہاں سب کچھ دیکھتے ہیں، مگر ہمارے روبرو حاضر نہیں ہیں، جو لوگ حاضر سمجھتے ہیں، اور ناظر جانتے ہیں، غلطی پر ہیں مطابق اہلسنت اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔ بینواتوجروا۔

الجواب:-

حضور نبی مکرم شفیع معظم رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں، دنیا کی کوئی چیز ان کی نظر انور سے پوشیدہ نہیں ہے، اور نہ ہی دنیا کی کوئی شے ان سے غائب ہے، حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، ان الله رفع لي الدنيا فانما انظر اليها والى ما هو كائن فيها الى يوم القيمة كما انما انظر الى كفى هذا، اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ آپ ساری دنیا کے ناظر ہیں، دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سب دوریاں اٹھادی ہیں، اور ساری دنیا آپ کے قریب کر دی ہے، آپ کے قریب جیسے فرش ایسے عرش جیسے عرب ایسے عجم جیسے مدینہ ایسے مکہ و دنیا کے دیگر شہر ہم سے بعض چیزیں نزدیک بعض دور ہیں، مگر ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی چیز دور نہیں، ان کی شان اعجازی شان ہے،

ان کا ناظر ہونا بھی ان کا بڑا معجزہ ہے، اور ان کا حاضر ہونا بھی عظیم الشان اعجاز ہے، حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں باچندیں اختلاف کہ در علمائے امت است یک کس را دریں مسئلہ خلاف نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیاتی حقیقی بے شائبہ مجاز و توہم تاویل و برائے اعمال امت حاضر و ناظر جس کو اس مسئلہ کی تفصیل در کار ہو وہ جو اہر البحار شریف مصنفہ علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمۃ کا مطالعہ کریں، اور امام اہلسنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت محقق بریلوی قدس سرہ العزیز کے رسائل جلیلہ و فتاویٰ مبارکہ و دیگر علمائے کرام اہلسنت و جماعت کے رسائل کا مطالعہ کریں، یہ سائل یہ سمجھتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہیں اور ہر جگہ کیسے ہوں گے۔ تو سائل سمجھا کہ جیسے ہم ایک جگہ ہیں، دوسری جگہ سے غائب ہیں ایسے ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ حاضر دوسری جگہ سے غائب ہیں یہ غلطی ہے، کیونکہ نبی پاک کی شان اقدس ارفع و اعلیٰ بلند و بالا عقل سے وراہ ہے، کہاں ہماری عقلیں اور کہاں وہ عرش و فرش کے تاجدار احمد مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو شان اعجازی عطا فرمائی ہے کہ آپ سے سب بعد و حجابات اٹھادیئے گئے ہیں اور معجزہ کہتے ہی اسے ہیں کہ عقل اس کے ادراک سے عاجز ہو، واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 65:-

زید کہتا ہے کہ حضور نور ہیں مگر اللہ کے نور سے نہیں ہیں، اس کی وضاحت

فرمادیں۔ بینواتو جروا۔

الجواب :-

بلاشبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور سے ہیں بلا کیف و تقسیم حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، یا جابر ان الله تعالى خلق نور نبيك من نوره یعنی اے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا، دیکھئے حضور نبی کریم تو خود فرما رہے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ اور سوال میں کھلم کھلا مخالفت کی گئی ہے، سوال میں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا نہیں فرمایا، بلکہ غیر کے نور سے پیدا فرمایا، تو سائل ذرا یہ تو بتائے کہ وہ غیر کون ہے، کہ جس کے نور سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نور کو پیدا فرمایا، سوال کرنے والا بیچارہ اس حدیث کو سمجھا ہی نہیں ہے، اور خود ایسی بات کر دی ہے جو بے سند ہے، ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اللہ تعالیٰ کی ذات کی مظہر اتم ہے، اور ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور ذاتی بایں وجہ ہے، کہ بغیر وسیلہ کے منسوب بسوئے واجب ہے، اور چیزوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے ہے، مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بغیر وسیلہ کے ذات واجب کی طرف منسوب ہیں یا یہ معنی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور مجسم ہیں مخلوق ہیں، اصل نور آپ ہی ہیں، اور باقی انوار آپ کی فروع ہیں آپ بلاشبہ نور الانوار

ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ خلاصہ اس امر کا یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نور کو بلا تقسیم و کیف اپنے نور سے پیدا فرمایا، اور باقی مخلوق کو اپنے نبی کے نور سے پیدا فرمایا، جیسا کہ کتب روایات میں اس کی تصریح ہے، یہاں تک کہ بعض دیوبندی مولویوں نے بھی بعض (دیکھو نشر الطیب و عطر الوردہ) رسائل میں اس کی تصریح کی ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا، یہ مضمون ایک لحاظ سے مشابہات سے ہے، اس کے یقیناً یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے کوئی چیز علیحدہ ہوئی کیونکہ ذات مقدسہ باری تعالیٰ کم و کیف مقدار و تقسیم سے جسم سے جسمانیات سے ترتیب سے انحلال سے عوارض حدوث و امکان سے مسترہ و پاک ہے، اللہ تعالیٰ بصیرت دے اور حق کہنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 66:-

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بشر ہیں، مگر بے مثل ہیں، اگر آپ کو بشر کہا جائے تو کوئی گناہ نہیں کیونکہ آپ کا جسد بشر پر دلالت کرتا ہے، اس مسئلہ کی وضاحت کریں، بینوا تو جروا۔

الجواب:-

حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول ہیں نور خدا ہیں، بنی نوع انسان سے انسان اکمل ہیں، بے مثل انسان ہیں، بے مثل بشر ہیں بے مثل نبی ہیں، بے مثل رسول ہیں، بے مثل حبیب خدا

عزوجل ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے خاص بندے ہیں، اور مخلوق خدا کے مختار و آقا باذن اللہ ہیں، آپ بلاشبہ بشر ہیں، مگر نور ہیں، بے مثل ہیں، محاورے میں آپ کو یہ کہنا کہ آپ صرف بشر ہیں، یہ بے ادبوں گستاخوں کا طریقہ ہے، شے کا تحقق اور چیز ہے، شے کا بیان کرنا اور تعبیر کرنا اور چیز ہے، ادب کا دار و مدار عرف میں ہے، لہذا عرفا جو بات بے ادبی کی ہو وہ بے ادبی میں شمار ہوگی، مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ سائل حیوان ہے سو وٹاگوں پر چلتا ہے، یا سائل کا بیٹا اپنے باپ کو یوں کہے میری ماں کے خاوند میری ماں کے زوج ادھر آؤ یا والدہ کو یوں کہے، میرے باپ کی بیوی کھانا دو یا اپنے باپ کی قریبی رشتہ دار بتائے، یہ بات تحقق کے اعتبار سے صحیح ہے، مگر محاورے کے اعتبار سے بے ادبی و گستاخی ہے، حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خلیفۃ اللہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے دربار کی حاضری نصیب فرمائے، اس کی توفیق عطا فرمائے، اور اس کے آداب عطا فرمائے ان سے گفتگو عرض معروض کے طریقے سکھائے، آمین۔ ان کی پیاری آواز پر آواز کے بلند ہو جانے کو اعمال کے ضائع ہو جانے کا سبب ٹھہرایا، رب العزت کو یہ پسند نہیں کہ میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری آواز پر کسی کی آواز بلند ہو، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا، من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ان کی بیعت کو اپنی بیعت فرمایا، ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ آپ کی اتباع کو اپنی محبت کا واسطہ ٹھہرایا فرمایا، قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ آپ کے ذکر کو اپنا ذکر

فرمایا حدیث قدسی میں ہے، من ذکرک فقد ذکرنی او کما قال آپ کے ذکر کو اپنی یاد کے ساتھ ملایا، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اذان میں قرآن میں خطبہ نماز و اقامت میں تشہد میں اپنے حبیب کی یاد کو بلندی عطا فرمائی سبحان اللہ کیسی شان ہے، حبیب خدا کی وہ رحمۃ اللعالمین ہیں، اللہ تعالیٰ کے نائب اعظم ہیں، اور خدا کی جدائی کے آقا و بادشاہ ہیں انبیاء مرسلین کے سر تاج و امام ہیں، ملائکہ مقربین کے بادشاہ اور سر تاج ہیں، دائرہ امکان میں جتنی عزتیں شرافتیں بزرگیاں فضائل مناقب محامد درجات علوم مراتب ہیں، سب کے آپ جامع ہیں، آپ کے کمال کی کوئی حد نہیں، انسان کے احاطہ بیان سے باہر ہے، الوہیت الوہیت کی صفات کے علاوہ اور یہود و نصاریٰ کے جھوٹے ادعا کے علاوہ جو خوبی چاہو جس فضل و کمال کو چاہو اسے رسول اکرم علیہ السلام کی طرف منسوب کرو۔

منزہ عن شریک فی محاسنہ فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم !!
دع ما ادعته انتصاری فی نبیہم واحکم بما شئت مدحاً فیہ واحتکم
فان فضل رسول اللہ لیس لہ فیعرب عنہ ناطق بغم

جس ذات کریم کے ایسے فضائل و محامد و مناقب ہوں ان کو محاورہ میں صرف بشر کہنا بے ادبی ہے، خصوصاً اس زمانہ میں وہابی دیوبندی، غیر مقلد، مرزائی، قادیانی، شیعہ رافضی چکڑا لوی، مودودی وغیرہ بے دین فرقے شان الوہیت و نبوت و ولایت میں تحریراً تقریراً گستاخیاں کرتے ہیں، لہذا اہل حق اہل سنت و جماعت پر لازم ہے کہ انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور مدنی

تاجدار سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ادب اور عزت کا حکم استعمال کریں، اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور چشم بصیرت عطا کرے، اور تمام باطلہ مذاہب سے بچائے، اور ان کو ہدایت دے آمین، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 67:-

حضور علیہ السلام کو اہلسنت نور مجسم مانتے ہیں، یہ بھی حدیث آئی ہے کہ حضور کا پیٹ چاک کر کے نور بھرا گیا نور کے ساتھ ان چیزوں کا کیا تعلق تھا۔ جو دھوئی گئیں، لہذا معلوم ہوا کہ حضور پہلے بشر تھے، اب نور حکمت بھرا گیا، اگر تمام علوم حضور کے سینے میں پیٹ چاک کر کے رکھے گئے، تو پیٹ چاک کرنے کا کیا مطلب، تو آدم علیہ السلام کوئی علوم منکشف کر دیئے گئے تو حضور علیہ السلام کا پیٹ چاک کر کے نور حکمت بھرا گیا، تو معلوم ہوا کہ حضور بشر تھے، اب بھی بشر ہیں، غیب بھی نہیں جانتے تھے، نور حکمت اب بھرا گیا،

الجواب: یا صاحب الجمال ویا سید البشر

من وجہک المنیر لقد نور القمر

محمد بشر لا کا لبشر بل هو یا قوت بین الحجر

حضور علیہ السلام بشر ہیں، لیکن بے مثل بشر ہیں آپ جیسا نہ کوئی ہوا ہے، اور نہ ہوگا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے مثل ہونے پر ہزاروں حدیثیں شاہد ہیں بلکہ قرآن پاک میں آپ کی بیویوں کو بے مثل فرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے، یا نساء النبی لستن کا حد من النساء ان

اتقیتن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور بھی ہیں، قرآن پاک میں ہے، قد جاءکم من اللہ نوجلا لین میں ہے، هو النبی صلی اللہ علیہ وسلم یریدون لیطفوا نور اللہ میں ایک تفسیر کی بنا پر نور اللہ سے مراد نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، حدیث پاک میں ہے، یا جابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ یہ حدیث پیشوائے دیانہ مولوی اشرف علی تھانوی علیہ ماعلیہ نے بھی نشر الطیب اور اس کے حاشیے پر نقل کی ہے، حضور علیہ السلام کے نور ہونے کی تحقیق دیکھنا منظور ہو تو اس صدی کے مجدد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز کا رسالہ مبارکہ صلوٰۃ الصفا فی نور المصطفیٰ ملاحظہ ہو، اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور ہیں بے مثل بشر ہیں شمس و ستارہات میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور ہونے کی نفی نہیں بلکہ وہاں پر نور بھرنے سے مراد نورانیت کی زیادتی ہے، زیادت شئی اصل شئی کی نفی نہیں کرتی، حدیث پاک میں ہے ایک دفعہ حضرت ایوب علیہ السلام غسل فرما رہے تھے، آپ پر سونے کی ٹڈیاں گر رہی تھیں، آپ نے ان کو کپڑے میں جمع کرنا شروع کر دیا، ارشاد باری تعالیٰ ہوا کیا میں نے تم کو بے پرواہ نہیں کیا ان سے جو آپ دیکھ رہے ہیں حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا کیوں نہیں تیری عزت کی قسم (یعنی بیشک تو نے مجھ کو ان سے بے پرواہ کیا ہے، لیکن مجھ کو تیری برکت سے بے پرواہی نہیں، حاشیہ مشکوٰۃ بحوالہ مرقاۃ اس حدیث کے تحت ہے، ای الاستغناء عن کثرت نعمتک و

زیادۃ برکتک یعنی تیری نعمت کی کثرت اور برکت کی زیادت سے استغنا نہیں ہے، اگر آدمی کا وضو ہو تو اس وضو پر وضو کرے تو اس سے پہلے وضو کی نفی نہیں ہوگی، ہم حضور علیہ السلام کے بشر ہونے کی نفی نہیں کرتے بلکہ بشر مانتے ہیں لیکن اپنے جیسا نہیں بلکہ بے مثل بشر مانتے ہیں، اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ مان بھی لیا جائے کہ نورانیت بھرنے سے پہلے علم غیب نہیں جانتے تھے، تو نورانیت بھرنے کے بعد علم غیب کی نفی کیسے ہوگئی، مخالفین بتائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے وصال سے پہلے غیب کی کسی بات کو نہیں جانا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 68:-

اہلسنت کہاں سے شروع ہوئے اور تحریک وہابیہ کہاں سے، بینو اتوجروا۔

الجواب:-

اہلسنت وجماعت صحابہ کرام و اہل بیعت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے چلے آ رہے ہیں اہلسنت کے پہلے پیشوا اہل بیعت اطہار و صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں اور وہابیوں کا زیادہ زور تو ابن عبد الوہاب نجدی سے بارہویں صدی ہجری میں ہوا ہے، اس لئے وہابیوں کا پیشوا ابن عبد الوہاب نجدی ہے،

سوال نمبر 69 تا 78:-

غوث صمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تہتر 73 فرقے لکھے ہیں ان میں سے

بہتر 72 کو تو گمراہ لکھا ہے، اور صرف ایک کو صراطِ مستقیم پر لکھا ہے، اور وہ اہلسنت و جماعت سے بہتر 72 گمراہ فرقوں میں سے ایک فرقہ مرجیہ لکھتے ہیں، اور اس کے تیرہ اقسام یا شاخیں کئے ہیں، ان میں سے ننانوے قسم حنفیہ کو لکھا ہے، اور فرماتے ہیں، یہ فرقہ ابو حنفیہ نعمان بن ثابت کا پیرو ہے، آگے چل کر جہاں بہتر 72 گروہ کو ختم کرتے ہیں، تو فرماتے ہیں کہ تمام فرقے گمراہ ہیں، خدا ہمیں ان سے بچائے اور اہلسنت و جماعت میں رکھے، لیکن اب یہاں تذبذب ہے، آیا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ گمراہ تھے، آیا امام اعظم ان کو جماعت نے کہا یا اپنے آپ یہ لقب اختیار کیا، آیا امام اعظم اہلسنت و جماعت نہیں تھے، آیا امام اعظم ناقص فقہ کے حامل تھے آیا، اس زمانہ میں کوئی اور بھی نعمان بن ثابت تھے، اور اگر تھے تو سب کو ابو حنفیہ کہا جاتا تھا۔ اور وہ سب کے سب امام تھے۔ آیا جو بھی امام اعظم کے رستے پر چلے گمراہ ہے، آیا غوثِ صمدانی نے اجتہاد میں غلطی کھائی ہے، آیا غوثِ پاک کا ہر فعل ہمارے لئے حجت ہے، مشائخِ طریقت زیادہ کس امام کے پیرو تھے۔ خصوصاً خواجہ جمیری، خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی اور دیگر اولی العزم اصفیاء اولیاء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، چونکہ شیخ شہاب الدین سہروردی شافعی ہیں، اس لئے ان کا نام نہیں لکھا، امام اعظم کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پشتگوئی کی ہے، کسی حدیث سے ثابت ہے، مینو اتو جروا۔

الجواب :-

غوثِ صمدانی محبوب سبحانی سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ غیثۃ الطالبین

میں ایک جگہ گمراہ فرقوں کا ذکر کیا، اور فرمایا الحنفیہ آگے چل کر جب آپ نے ان فرقوں کی تفصیل کی تو فرمایا اما الحنفیہ فہم بعض اصحاب ابی حنیفہ نعمان بن ثابت غنیۃ الطالبین از نو لکھنوی لاہور 164 یعنی فرقہ حنفیہ بعض اصحاب ابی حنیفہ ہیں، اس عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ نہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ گمراہ تھے، اور نہ ہی وہ جو صحیح طور پر ان کی اتباع و پیروی کریں بلکہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو عمل کے اعتبار سے حنفی ظاہر کرتے تھے، اور ان کے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف تھے جیسا کہ معتزلہ گمراہوں کا ایک فرقہ ہے جو عمل فقہ حنفی پر کرتا ہے، اور ان کے عقائد گمراہی کے ہیں۔ مثلاً شفاعت کے وہ منکر ہیں ثواب قبر و عذاب قبر کے وہ قائل نہیں۔ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رویت و دیدار کے وہ منکر ہیں۔ تو یہ لوگ اس وجہ سے حنفی ہیں کہ عمل میں فقہ حنفی کے تابع ہیں اگرچہ ان کے عقائد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقائد کے مخالف ہیں۔ اور اس زمانہ میں دیوبندی فقہ حنفی پر چلتے ہیں، مگر ان کے عقیدے انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان رفیع میں گستاخیاں و بے ادبیاں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے لئے ظلم و کذب اور سفہ ممکن مانتے ہیں، وغیرہ وغیرہ اسی طرح مرجیہ بھی گمراہوں کا ایک فرقہ ہے، جس کی چند شاخیں ہیں، ان میں سے ایک گروہ فقہ حنفی کے تابع ہے، مثلاً آجکل کے غیر مقلد وہابی اپنے آپ کو اہلحدیث کہلاتے ہیں، جو بظاہر حدیث پر عمل کے مدعی ہیں، مگر عقیدے ان کے گمراہی و بے دینی کے ہیں، بلاشبہ یوں سمجھ لیجئے کہ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں میں منافقین لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے تھے، اور مسلمان کہلاتے تھے، اور اس پر قسمیں بھی کھاتے تھے۔ مگر وہ نام کے مسلمان منافق بڑے غدار تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سچے طور پر نہیں مانتے تھے۔ بلاشبہ جو فرقہ عمل میں حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ کو مانتا ہے، اور عقائد اہلسنت کو نہیں مانتا، ایسا فرقہ نام کا حنفی تو ضرور ہے، مگر غدار و مکار ہے، اگر وہ سچے طریقہ سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مانتا امام اعظم کے عقائد حقہ عقائد اہلسنت کو مانتا جس طرح معتزلہ نام کے حنفی ہیں اور غدار ہیں، اور دیوبندی نام کے حنفی اور غدار ہیں اور غیر مقلد نام کے اہل حدیث اور غدار ہیں، اسی طرح مرجیہ کا ایک فرقہ نام کا حنفی ہے، مگر غدار بدنام کنندہ مکار ہے، ان غداروں کی غداری کی وجہ سے نہ تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان جلالت و اجتہاد میں کوئی فرق آتا ہے، اور یہی وہ حنفی اہلسنت جو حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقائد کے متبع ہیں اور فقہ حنفی پر عامل ہیں ان پر کوئی اعتراض آتا ہے، جیسا کہ نجد سے نکلنے والے وہابی کہ اپنی نسبت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کرتے ہیں، اور اپنے آپ کو حنبلی کہلاتے ہیں، مگر حقیقت میں غدار وہابی گمراہ بددین ہیں، مگر ان کی گمراہی بددینی کی وجہ سے حضور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن علم و اجتہاد میں کوئی دھبہ نہیں آتا جس طرح ان نام کے حنبلیوں نجدیوں وہابیوں کی گمراہی کی وجہ سے حضور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اعتراض نہیں آتا، اسی طرح مرجیہ کے گروہ نام کے

خفیوں غداروں کی وجہ سے حضور امام الائمہ سراج الامہ کاشف الغمہ امام
 اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض لازم نہیں آتا، اعتراض اس وقت آتا کہ
 امام اعظم علیہ الرحمۃ کی شان مجتہدوں کی شان میں امتیازی شان ہے، حضور
 امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ سب لوگ فقہ میں امام اعظم رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہیں، اعلم علمائے مدینہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
 حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بیان فرمائی، حضور سرکار غوث
 اعظم محبوب سبحانی قطب ربانی شہباز لامکانی سید محی الدین عبدالقادر جیلانی
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غنیۃ الطالبین میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کی فضیلت بیان فرمائی اور آپ کو فقہائے کرام مجتہدین عظام علیہم الرضوان
 کی جماعت میں شمار کیا، اور آپ کو امام اعظم کا لقب دیا، مقام غور ہے، کہ
 غنیۃ الطالبین میں تو اور اماموں مجتہدوں کو تو امام فرمایا اور سیدنا امام اعظم رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ کو امام اعظم فرمایا۔ سبحان اللہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیسے القاب و آداب سے یاد فرمایا غنیۃ
 الطالبین کے باب امر بالمعروف نہی عن المنکر میں فرمایا۔ اما اذا کان
 اشئ مما اختلف الفقهاء فیہ وساتح فیہ اجتہاد کشرب الماء
 النبید مقلد ابی حنیفۃ وتزوج امرأۃ بلاولی علی ما عرف
 من مذہبہ لم یکن مما هو علی مذہب امام لا حمد والشافعی
 الافکار علیہ صفحہ 96 دیکھئے، اور نظر انصاف سے دیکھئے۔ حضور غوث
 اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خفی اور شافعی مذہب والوں کو ہدایت فرما رہے ہیں،

کہ جس اجتہادی مسئلہ میں امام اعظم کا مقلد امام اعظم کی فقہ پر عمل کرتا ہے، دوسرے اماموں کے مقلدوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ حنفی پر اعتراض کرے، غنیۃ الطالبین کی اس عبارت سے وہابیہ زمانہ کا ردِ بلیغ ہو رہا ہے، غنیۃ الطالبین کا اعلان ہے کہ اے مذہب حنفی پر نکتہ چینی کرنے والو اور انکار کرنے والو اپنا انکار و اعتراض چھوڑ دو اور اختلافی مسائل میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق پر اور ان کے قول مختار پر ان کے مقلدوں کو عمل کرنے دو غیر مقلدین وہابیہ سیدھے سادھے بھولے بھالے حنفیوں کو بہکاتے اور ورغلاتے ہیں اور غنیۃ الطالبین کی عبارتوں کے غلط مطلب بتا کر اہلسنت کو پریشان کرتے ہیں، اے سنو! حنفیو تم ہوشیار ہو جاؤ۔ اور وہابیوں کے مکرو فریب کے جال میں نہ پھنسو، یہ وہابی تم کو راہ حق سے پھیرنے کی کوشش میں رات دن لگے ہوئے ہیں، تم ان کی نہ سنو یہ ابھی تھوڑے ہی زمانہ میں نیا گمراہ فرقہ پیدا ہوا ہے، تم ان گمراہوں سے بچو، اور اپنے اہلسنت کے طریقہ پر قائم رہو، سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں اولیاء کاملین حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن سے وابستہ رہے ہیں، اور عوام تو بیشمار ہیں جو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سایہ میں ہیں،

جواب نمبر 69 تا 72:

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اماموں کے امام مجتہدوں کے استاد اور اولیاء کے پیشوا اہلسنت کے چشم و چراغ ہیں۔ امت نے آپ کو امام اعظم کا لقب دیا غنیۃ الطالبین میں حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بھی آپ کو امام اعظم فرمایا۔ ایام تشریق میں تکبیروں کی تعداد کے بارے میں جو فصل ہے، اس میں فرماتے ہیں، وہو مذهب الامام الاعظم ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہلسنت وجماعت تھے، بلکہ اہلسنت وجماعت میں بہت بڑی شخصیت رکھتے ہیں، اہلسنت کے رکن اعظم ہیں آپ کامل فقہ کے حامل تھے۔ مجتہد مطلق تھے، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 73 اور 74:

حضور سیدنا امام اعظم کے رستے پر چلنے والا حق پر چلنے والا ہے، اس لئے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل حق سے ہیں، اور اہل حق کے رستے پر چلنے والا گمراہ نہیں ہوتا۔ حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں یا بعد کسی کا نام نعمان بن ثابت ہو بھی تو ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر 75:-

حضور سیدنا محبوب سبحانی قطب ربانی غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غنیۃ الطالبین میں ٹھیک فرمایا ہے، مگر سمجھنے والے نے غلطی کھائی ہے، حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام اعظم و دیگر مجتہدین کرام و فقہاء عظام کے فضائل اور ان کے مسائل کی پابندی کا ذکر غنیۃ الطالبین میں فرمایا۔ مگر ایک عرصہ سے وہابی غیر مقلدین اپنی جہالت کی وجہ سے حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کرتے ہیں، جن جاہلوں کو

اردو عبارت سمجھنے کی تمیز نہیں وہ امام المجتہدین کی شان میں نکتہ چینی کرتے ہیں، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 76:

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولیوں کے ولی قطبوں کے قطب غوثوں کے غوث پیروں کے پیر دستگیر علمائے شریعت و مشائخ طریقت کے پیشوا ہیں، اور حضور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقہ پر چلنے والے (حنبلی) مسلک پر تھے، ہمارے نزدیک غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے۔ اور شریعت کے مطابق پابندی فرماتے تھے۔ آپ کا لقب محی الدین تھا۔ (یعنی دین کے زندہ فرمانے والے) لہذا آپ کے اقوال و افعال آپ کے مرتبہ کے مطابق بلا تشبیہ حجت ہیں، اگر کسی وہابی میں دم ہے ذرا وہ بتائے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فلاں فعل یا قول خلاف شرع تھا۔ تو پھر ہم انشاء اللہ العزیز بفضلہ تعالیٰ ضرور ثابت کریں گے کہ آپ کا یہ قول و فعل شریعت و طریقت کے مطابق و موافق ہے، چاروں اماموں کی فقہ شریعت کے مطابق ہے، لہذا جو شخص چاروں اماموں میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرتا ہے، اور اہلسنت کے عقیدوں پر قائم ہے، تو وہ بلاشبہ حق پر ہے اسی لئے غوث پاک بھی اتنے بڑے مرتبہ کے عالم و عارف قطبوں کے قطب طریقت و شریعت کے جامع ہو کر بھی حضور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ کے مطابق عمل فرماتے یہ ہے غوث اعظم کا اماموں کی شان میں ادب اور آجکل ایرے غیرے نھو خیرے غیر مقلد نرے

جاہل اماموں کی شان میں بے ادبیاں اور تہلیل کے متعلق نکتہ چیدیاں کرتے ہیں، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 77:

حضور خواجہ صاحب اجمیری خواجہ بہاؤ الدین صاحب نقشبندی، محبوب الہی، نظام الدین اولیاء، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، فرید الدین گنج شکر، مخدوم علی کلیری صابر صاحب قدست اسرازم ہی نہیں، بلکہ ہزاروں مشائخ طریقت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیروکار ہیں، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر 78:

خاتمۃ الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تمییز الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ میں فرمایا! میں کہتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یقیناً اس حدیث میں بشارت دی جو چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے، جس کی تخریج محدث ابو نعیم نے حلیہ میں کی، عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان العلم بالثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر علم ثریا تک پہنچ جائے تو فارس والوں میں سے چند مرد اسے ضرور حاصل کر لیں گے۔ اس کی مثل کتاب الغابہ میں قیس ابن سعد ابن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی اصل بخاری و مسلم میں ہے، جس

کے لفظ یہ ہیں، لو کان العلم عند الثریا لتناولہ رجال من فارس۔ یعنی ایمان اگر ثریا تک پہنچ جائے گا تو اسے فارس کے چند مرد حاصل کر لیں گے، اس کی مثال طبرانی میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اور علامہ ابن حجر مکی کتاب خیرات الحسان مطبوعہ مصر میں ایک روایت حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں یوں نقل کی ہے، کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ 150ھ میں زینت اٹھالی جائے گی، اس زینت سے مراد فقہ کی زینت ہے، اور ٹھیک ایک سو پچاس 150 ہجری میں حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا، حضرت علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ شافعی ہیں، اور علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ بھی شافعی ہیں، حنفیہ تو حنفیہ محدثین و محققین شافعیہ بھی حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب اپنی اپنی تقریروں میں تحریروں میں رسالوں میں بیان کرتے ہیں، واللہ الحمد یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے جس کو وہ دے، ایں سعادت بزورِ یاز و نیست۔ آجکل کے وہابیہ صرف اپنی جہالت اور بے انصافی کی وجہ سے آپ کی شان میں نکتہ چینی کرتے ہیں، خدا عز و جل ان کو ہدایت دے، واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم و بالحق والصواب۔

سوال نمبر 79:-

دیوبندی اہلسنت یا نہیں۔

الجواب:-

اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا، دیوبندیوں کا عقیدہ ہے اب اگر کوئی نبی پیدا ہو جائے اور اس کو نبی فرض کر لیں تو اس سے ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا، ملاحظہ ہو بانی مدرسہ دیوبند قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس بلکہ غیر مقلدوں دیوبندیوں کے امام اسماعیل دہلوی کے نزدیک تو ایک آن میں کروڑوں نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر آ سکتے ہیں، چنانچہ اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ 22 پر لکھا ہے، اس شہنشاہ (اللہ تعالیٰ) کی یہ شان ہے کہ اگر ایک آن میں ایک کلمہ کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور جن اور فرشتے جبرائیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے، اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ محال ہے، ممکن نہیں مگر دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے، ملاحظہ ہو دیوبندیوں کے پیشوا رشید احمد گنگوہی کی مصدقہ کتاب براہین قاطعہ صفحہ 2، اور دیوبندیوں کی مایہ ناز کتاب سیف یمانی صفحہ 82 و 83۔ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ خدا کے لئے سفہ (بے وقوفی) محال ہے، دیوبندیوں کا عقیدہ ہے خدا سفہ یعنی بے وقوفی کر سکتا ہے، اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ سرکارِ دو عالم نور مجسم کو ساری مخلوق سے زیادہ علم ہے، قرآن و حدیث سے ثابت ہے، اور دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، اور شیطان کو ساری زمین کا علم ہے، شیطان کے لئے علم کا زیادہ ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہے، اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے علم کا وسیع ہونے نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے معاذ اللہ، ملاحظہ ہو دیوبندیوں کی مستند کتاب براہین قاطعہ، اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے بیشتر درجات افضل ہیں، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہم سے بیشتر فضیلتوں کے ساتھ امتیاز ہے، اور دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں اور ہم میں صرف اتنا امتیاز ہے کہ وہ احکام خداوندی سے واقف اور ہم غافل، دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے پیشوا اور امام اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھا ہے انبیاء اولیاء کو جو اللہ نے سب سے بڑا بنایا ہے، سوان میں بڑائی صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں، اس کتاب میں دوسری جگہ لکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا اور سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ میں اللہ کے احکام سے واقف ہوں اور لوگ غافل، دیکھئے، دیوبندیوں کا پیشوا اپنے اور نبی کے درمیان صرف یہ فرق بیان کر رہا ہے، کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام احکام سے واقف ہیں، اور دیوبندیوں کا پیشوا غافل، دیوبندی اور دیوبندیوں کا پیشوا جب احکام سے واقف ہو جائیں اور مولوی عالم بن جائیں تو دیوبندی عقیدے میں دیوبندی عالم اور نبی میں فرق ہی نہیں رہتا۔ معاذ اللہ، اہلسنت کا عقیدہ ہے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے روضہ مبارک کی حاضری کے لئے دور دراز سے قصد کر کے جانا شرعاً جائز ہے، اور باعث فیوض و برکات ہے، دیوبندی عقیدے میں دور دراز سے روضہ مبارک کی حاضری کا قصد کر کے

جانا شرک ہے، دیوبندیوں غیر مقلدوں کے امام اسماعیل نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھا ہے، یا ایسے مکانوں میں (پیر و پیغمبر کی قبر کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک کو) دور دور سے قصد کر کے جاوے تو تو ہر طرح شرک ثابت ہے، تقویۃ الایمان میں اس کو شرک لکھا ہے، اور دیوبندیوں کی دوسری کتابوں میں زیارت کو جائز و مومن لکھا ہے، تو یہ سنیوں کو دھوکہ دینے کے لئے لکھا ہے، یہ ان کی دورنگی چال ہے شرک بھی کہتے ہیں، اور اس کام کو جائز بھی کہتے ہیں، اہلسنت کا عقیدہ ہے اور اہلسنت کے نزدیک ماہ محرم میں یا اس کے علاوہ اور مہینوں میں حضرات حسنین کریمین طہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کا جائز و صحیح بیان کرنا بلاشبہ جائز ہے، دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ ماہ محرم میں اہل بیت اطہار کی شہادت صحیح روایات سے بھی بیان کرنا حرام ہے، اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ محرم میں سبیلیں لگانا شربت پلانا جائز ہے، دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ محرم میں مسلمانوں کو سبیلیں لگانا، سبیلوں سے پانی شربت دودھ پینا، پلانا حرام ہے، مگر دیوبندیوں کے نزدیک ہندوؤں کی سبیل جب کہ ہندوؤں نے سودی روپیہ صرف کر کے لگائی ہو تو دیوبندیوں کا ایسی سبیل سے پانی پینا جائز ہے، دیوبندیوں کے نزدیک فاتحہ کا کھانا، کھانا حرام ہے، مگر ہندوؤں مشرکوں کے تہوار ہولی دیوالی کی پوریاں کھانا جائز ہے، دیکھو فتاویٰ رشیدیہ، اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصف کمال علم شریف کو بچوں پاگلوں کے علم سے تشبیہ دینا ناجائز ہے، دیوبندیوں کے عقیدہ میں حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم

شریف کو بچوں پاگلوں جانوروں چوپاؤں کے علم سے تشبیہ دینا جائز ہے، جیسا کہ نام کی حفظ الایمان میں ہے، دیوبندیوں کے دو چار نہیں بلکہ کثرت سے فاسد عقیدے ہیں جو سراسر اہلسنت عقیدوں کے خلاف ہیں، جس کو اس کے متعلق تفصیل درکار ہو وہ امام اہلسنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان صاحب قدس سرہ کے رسالہ جلیلہ الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ اور رسالہ نافع الاستمداد مع حکملہ اور کتاب مستطاب حسام الحرمین وغیرہ کتب نافعہ و رسائل جلیلہ کا مطالعہ کرے، اور دیگر علمائے اہلسنت کی کتب رد تقویۃ الایمان وغیرہ کتب کا مطالعہ کرے، دیوبندیوں کے عقیدوں کے متعلق کچھ اشتہار بھی شائع ہوئے ہیں، جن میں دو اشتہار دیوبندیوں کے علم و عرفان کی کہانی، دیوبندیوں وہابیوں کا ختم نبوت سے انکار، دونوں اشتہار خصوصاً قابل مطالعہ ہیں،

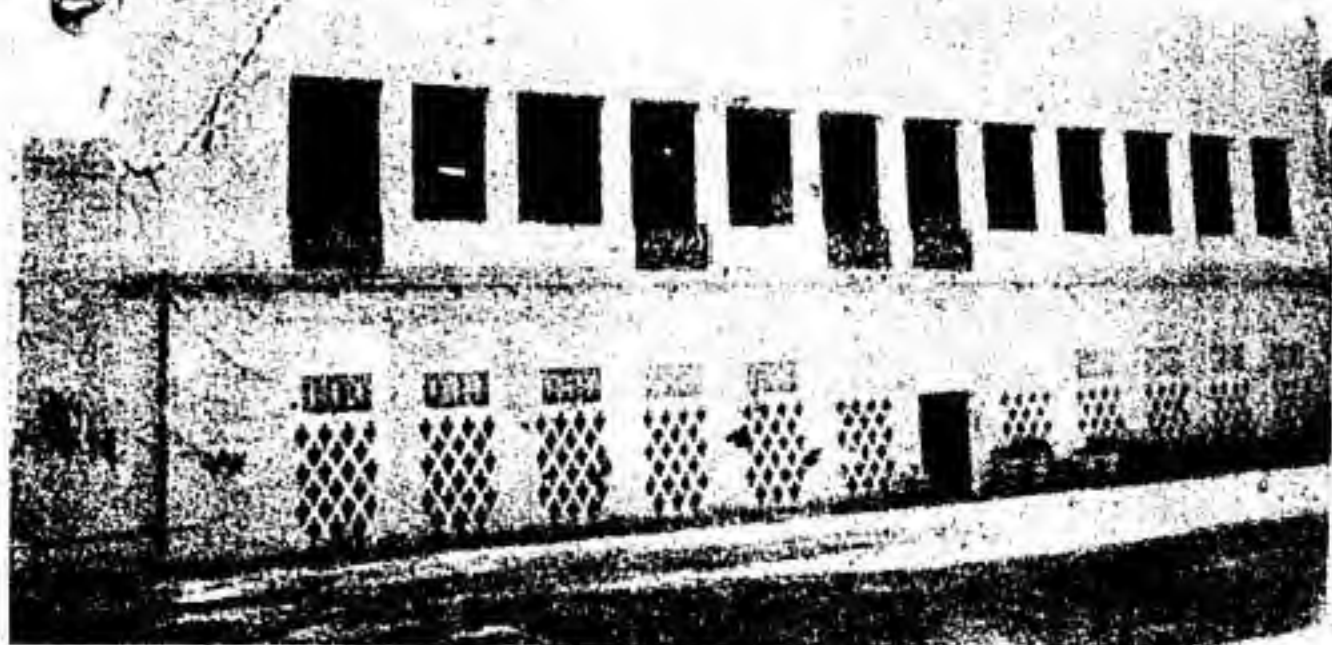
دشمنان دین تو دنیا میں بہت ہیں جیسے قادیانی اور لاہوری مرزائی شیعہ رافضی، خاکسار نیچری وغیرہ وغیرہ مگر ان سب کے لحاظ سے زیادہ خطرناک دیوبندی ہیں کیونکہ مرزائی قادیانی کے مکرو فریب و بے دینی سے اسلامی دشمنی سے مسلمان واقف ہیں شیعہ رافضی سے بھی امتیاز حاصل ہے، نیچری خاکساری سے بھی حفاظت ہو جاتی ہے، مگر دیوبندی سے اہلسنت کو امتیاز بظاہر مشکل ہو گیا ہے، کیونکہ دیوبندی کے اگرچہ خراب عقیدے ہیں مگر دیوبندی اپنے آپ کو سنی حنفی ظاہر کرتا ہے، اور عام مسلمان اس کے مکرو فریب کے جال میں پھنس جاتے ہیں، اور پھر اس کے پیچھے نمازیں پڑھنا شروع

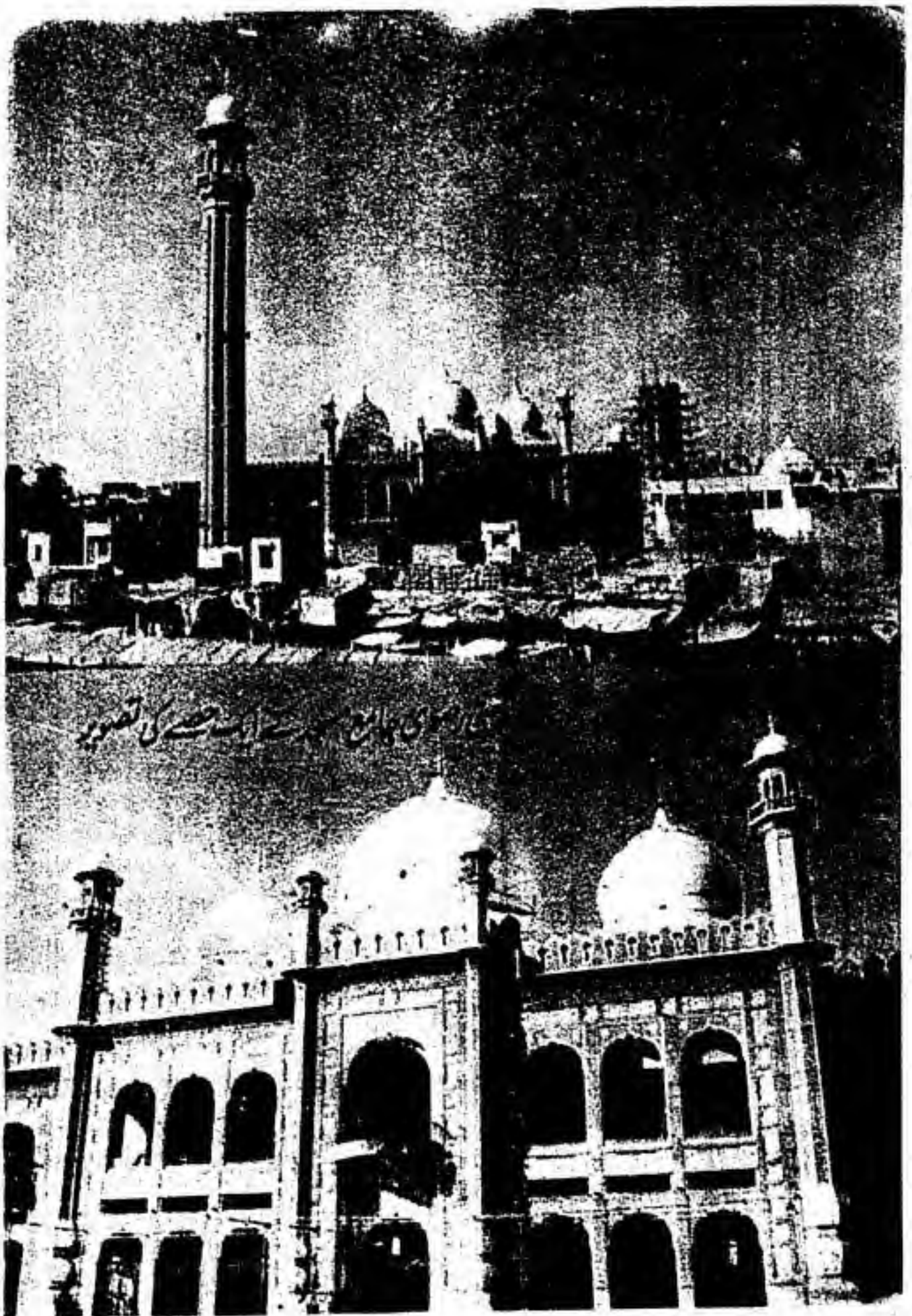
کر دیتے ہیں، اہلسنت کے خلاف دوسرے گروہ اپنے آپ کو سنی حنفی ظاہر کر کے گمراہ نہیں کرتے اس لئے لوگ ان کے مکروفریب کے جال سے بچ جاتے ہیں، اور ان کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے، دیوبندیوں سے بظاہر بچنا مشکل ہو گیا ہے، اس لئے کہ یہ اپنے فاسد عقیدوں کو ظاہر نہیں کرتے، بلکہ چھپاتے ہیں، اگر یہ اپنے فاسد عقیدوں کو ظاہر کر دیں تو عوام ان کے مکرو فریب کے جال سے محفوظ رہیں، واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

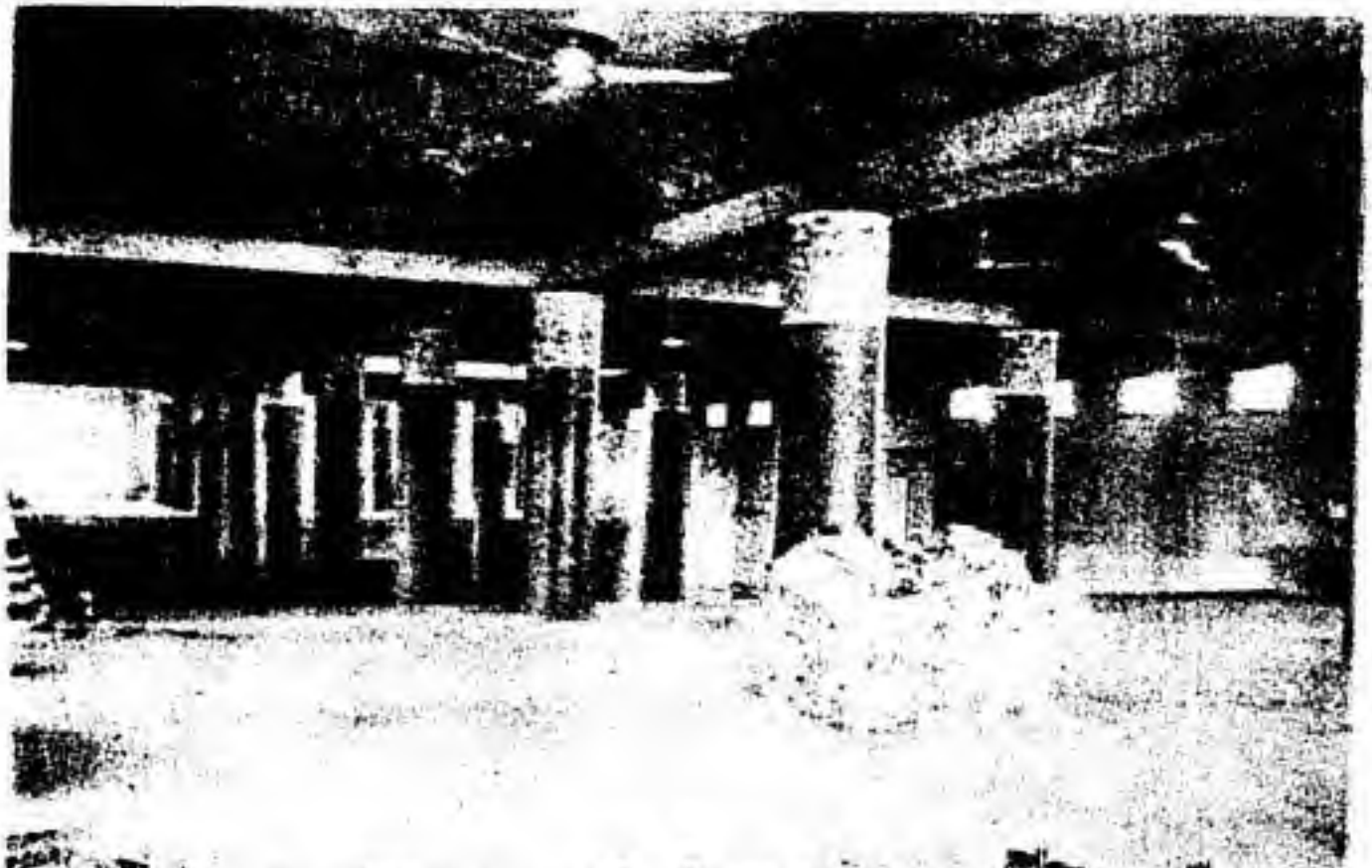




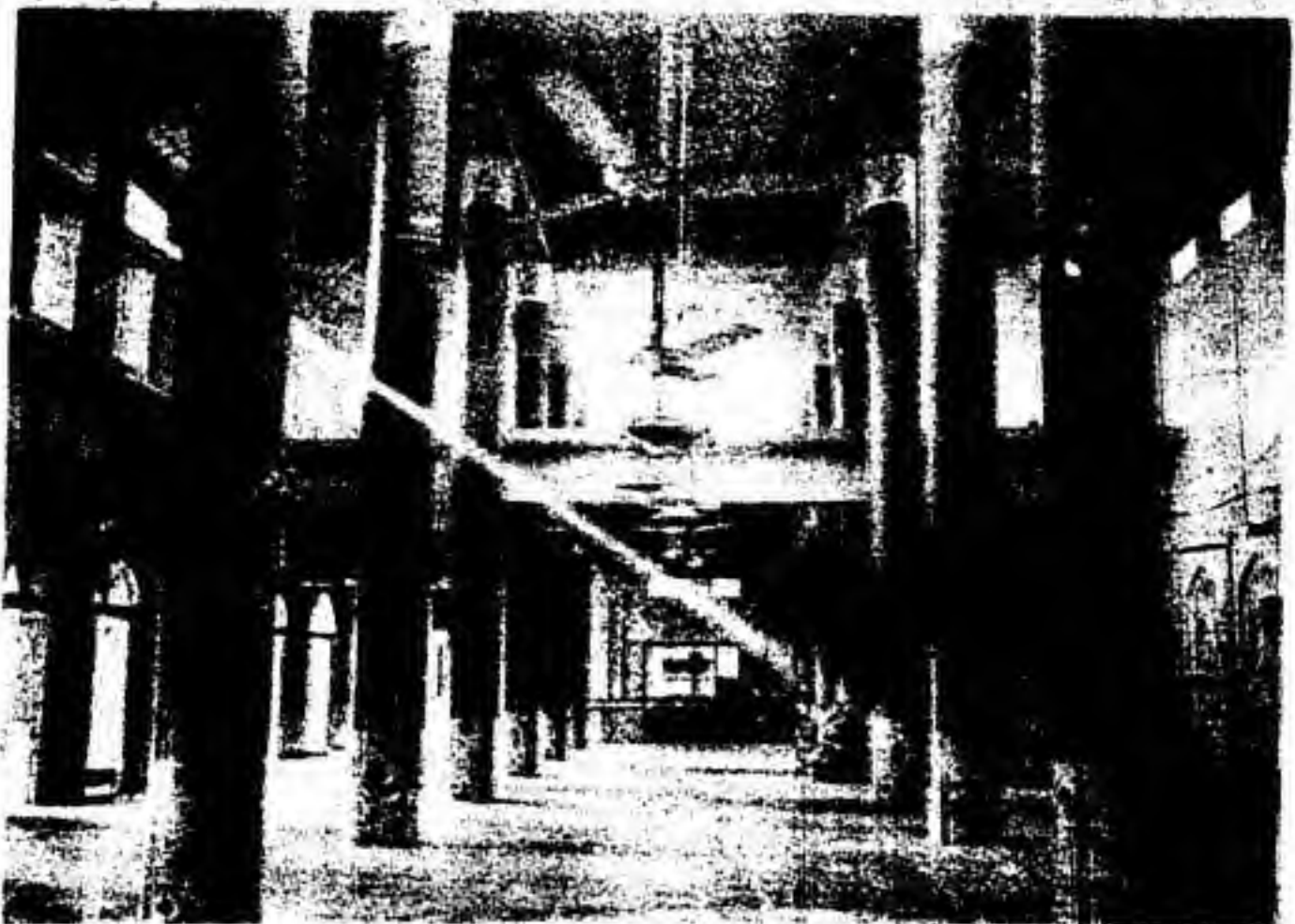
انجمن فدایان رسول جمعیت اصلاح کے دفاتر اور دارالافتاء







سُنی رضوی جامع مسجد کائنات دہلی منتظر



بخاری شریف پر حضرت شیخ الحدیث کے ایک نوٹ کا عکس

تسائی شریف پر حضرت شیخ الحدیث کا ایک حاشیہ

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وصلى الله وسلم على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وأئمة بعده
فأننى قد حضرت الأئمة الفاضل الحاج محمد بن زاذان الزيلوى صاحب الغار
والصالح والمسانيد والسنن والأجزاء وكل ما رويته منذنا إلى
وانها إلى سيد الخلق المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم وعلى آله وصحبه
وقد أجازنا العلامة الأمام الشيخ بكال الدين الحنفى شيخ دار الحديث
بلد مشق وهو من الشيخ إبراهيم السقاى عن الشيخ الأماير الصغير عن
الشيخ الأماير الكبير وثبت مطبوع وأجازنا العلامة الشيخ محمد عبد الله
الكفانى الفاتنى وكذا ثبت مطبوع والشيخ أمة الله عن والدهما
الحافظ الشيخ عبد الغنى الدهلوى وثبت مطبوع وغيره من نفع الله
بهم آمين والحمد لله الأكرام وصلى الله تعالى على سيدنا محمد

والله

كتبه محمد الحافظ التجانى

في يوم الاحد ١٩ محرم الحرام سنة ١٣٦٥

حرره الروضة الشريفة بالمدينة المنورة

على أكتافها أفضل الصلوات والصلوات

مدینه منورہ کے جلیل القدر عالم محمد حافظہ سبحانی کی عطا کردہ سند کا عکس



قال الله عز وجل
فمن أقرضه الله فليقرضه الله
في زيادة عظمته

حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں کی عنایت کردہ سند خلافت کا عکس

[illegible]

[illegible]

حضرت علامہ سید ابوالبرکات کا مکتوب حضرت شیخ الحدیث